فیضان رمضان



عالم فقری

فیضان رمضان

عالم فقری

ادارہ پیغام القرآن اردو بازار لاہور

اللہ تعالیٰ ہمارا مالک و رازق ہے

نام کتاب	....	فیضانِ رمضان
مصنف	....	علامہ عالم فقری
اہتمام اشاعت	....	محمد محسن
تزوین	....	صوفی محمد حبیب اللہ
سالِ اشاعت	....	2011ء
تعداد	....	600
طابع	....	غلام مصطفےٰ پرنٹنگ پریس لاہور.
قیمت	....	-/120 روپے

............ضروری اطلاع............

فہرست فیضان رمضان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

رمضان المبارک

اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے سال میں ہمیں ایک بابرکت مہینہ عطا فرمایا جسے رمضان المبارک کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ قمری سال کا نواں مہینہ ہے جس میں روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ رمضان المبارک کا ہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا اسی ماہ میں ایک ایسی عظیم رات ہے جو ہزار ماہ کی عبادات سے بہتر ہے۔ یہی وہ ماہ مقدس ہے جس کے روزے ایمان والوں پر فرض ہیں۔ اسی ماہ کی خاص عبادت نمازِ تراویح ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں نوافل کا ثواب فرائض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر ملتا ہے۔

رمضان المبارک کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں لوگوں کی ہدایت کے لیے قرآن نازل کیا گیا اور یہ قرآن ہدایت اور حق و باطل میں تمیز کے لیے روشن دلیل ہے۔ تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے تو اس کو روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو، وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلے۔ اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے سختی کا ارادہ نہیں فرماتا ہے اور تمھیں چاہیئے کہ گنتی پوری کرو۔ اور اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ اس نے

هٰذٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ○

تمھیں ہدایت کی تاکہ اس کے شکر گزار بن جاؤ۔ اور (اے محبوبؐ) جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں بہت نزدیک ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارے۔ تو انھیں چاہیئے کہ میری اطاعت کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔ (پ۲، بقرہ: ۱۸۵-۱۸۶)

یہ وہ رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ ہے جس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطان کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کی ہر رات میں ایک منادی آسمان سے طلوع صبح تک یہ ندا کرتا رہتا ہے کہ خیر کے چاہنے والے! خوش ہو جا۔ اور اے برائی کے چاہنے والے! رک جا اور عبرت حاصل کر۔ اس کے علاوہ وہ ساری رات آوازیں آتی ہیں، ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اس کی بخشش کی جائے؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اس کی توبہ قبول کی جائے؟ ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے؟ ہے کوئی سوال کہ اس کا سوال پورا کیا جائے؟ اور اللہ تعالےٰ رمضان شریف کی ہر رات میں افطاری کے وقت ساٹھ ہزار گناہ گاروں کو دوزخ سے آزاد فرما دیتا ہے۔

رمضان کی وجہ تسمیہ

لفظ رمضان عربی زبان کے لفظ رَمضٌ سے نکلا ہے جو جلنے اور سوختہ ہونے کے لیے آتا ہے لہٰذا اس ماہ کو رمضان سے اسی لیے موسوم کر دیا گیا ہے کہ اس ماہ میں انسان بھوک پیاس کی سوزش سے سوختہ ہو جاتا ہے جس سے اس کے گناہ جل جاتے ہیں لیکن علماء نے اسے رمضان کہنے کی کئی وجوہات بیان کی ہیں جو

حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کا نام رمضان اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں گناہ جل جاتے ہیں۔ اس حدیث پاک میں جو گناہ جلنے کا ذکر ہوا ہے تو اس سے مراد گناہوں کا معاف ہونا ہے لہٰذا جو شخص رمضان المبارک میں خلوصِ دل سے روزے رکھتا ہے تو اللہ اس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے کیونکہ گناہوں کی معافی کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور ایمان کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے گئے۔

۲۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ چونکہ اس ماہ میں گرمی کی وجہ سے پتھر تپنے لگتے ہیں اور رمضا گرم پتھر کو کہتے ہیں اس لیے اسے رمضان کہنے لگے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ اس ماہ میں گناہ جلا دیے جاتے ہیں اس لیے اسے رمضان کہا گیا۔ بعض اصحاب نے اسے شدت کی وجہ سے رمضان قرار دیا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ رمضان میں نصیحت اور فکرِ آخرت کی گرمی سے دل اس طرح متاثر ہوتے ہیں جیسے ریت اور پتھر گرمی سے تپتے ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ لفظ رمض سے بنا ہے اور رمض کے معنی ہیں برساتی بارش چونکہ رمضان بدن سے گناہوں کو دھو ڈالتا ہے اور دلوں کو اس طرح پاک کر دیتا ہے جیسے بارش سے چیزیں دھل کر پاک صاف ہو جاتی ہیں۔

۳۔ علامہ جاراللہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس مہینے کا یہ نام یعنی رمضان اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس مہینے میں قدیم زمانے سے روزوں کی عبادت سرانجام دی جاتی رہی ہے اور روزوں میں بھوک پیاس کی شدت اور تکلیف کی بنا پر اس کا نام رمضان رکھا گیا۔

۴۔ میرے نزدیک اسے رمضان کہنے کی دو وجہیں ہیں، پہلی وجہ یہ ہے کہ اس ماہ میں نفس کو تکلیف پہنچتی ہے اور اس شدتِ تکلیف کے باعث انسانی نفس

اللہ کی طرف راجع ہوتا ہے اور اس کے راجع ہونے سے گناہ معاف ہونے میں نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے، درجات میں بلندی ہوتی ہے اور اس طرح گناہوں کے جل جانے یعنی ختم ہو جانے کی نسبت سے اس ماہ کا نام رمضان پڑ گیا۔

دوسری وجہ رمضا سے مشتق ہونے کی ہے جس کے معنی سوختہ کے ہیں یعنی جو چیز جل جاتی ہے تو وہ اصل کی طرف لوٹ آتی ہے۔ لہٰذا اسی طرح انسان رمضان المبارک میں روزہ رکھنے سے جلتا ہے اور جل کر اس میں جلا پیدا ہوتی ہے تو اس جلا سے انسان حقیقی روشنی پاتا ہے اور اپنے اصل ہی کی طرف راغب ہوتا انسانی زندگی کا مقصد ہے۔ اس لیے اس سوختگی سے جو انسان کو منزل کی طرف راہنمائی ہوتی ہے اس کی بنا پر رمضان کہا جاتا ہے۔

رمضان کے حروف کی شرح

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے رمضان کے حروف کی برکتوں کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ رمضان کے پانچ حروف ہیں ر۔ د: رضوان اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ م: محابۃ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کی ہے۔ ض: ضمان اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے۔ ا: الفت کا ہے اور ن: نور اللہ کا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص روزہ رکھتا ہے تو اس میں یہ پانچوں اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین)

رمضان المبارک کے صفاتی نام

رمضان المبارک کو اس کے اصلی نام کے علاوہ چند ایک صفاتی ناموں سے بھی پکارا جاتا ہے کیونکہ اس ماہ کے فیوض و برکات بہت زیادہ ہیں، جن کی بنا پر یہ مہینہ اپنے اصل نام کے علاوہ کئی دیگر ناموں سے مشہور ہے۔ جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ شہر الصیام یعنی روزے رکھنے کا مہینہ

رمضان کا پہلا صفاتی نام شہر الصیام ہے جس کا مطلب روزے رکھنے کا مہینہ ہے۔ چونکہ اس ماہ کے روزے فرض ہیں اس لیے یہ شہر الصیام کے نام سے مشہور ہوگیا۔ لفظ صیام کے لغوی معنی رک جانے کے ہیں روزے میں چونکہ انسان اپنے آپ کو مقررہ وقت تک کھانے پینے سے روک لیتا ہے لہذا اس عمل کی بنا پر اسے صیام کہا جاتا ہے۔

۲۔ سید الشہور یعنی مہینوں کا سردار مہینہ

رمضان المبارک اسلامی سال کے مہینوں سے افضل ہے اور اسی فضیلت کی بنا پر اسے سید الشہور یعنی مہینوں کا سردار مہینہ کہا جاتا ہے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان سب مہینوں کا سردار مہینہ ہے۔ نیز ایک مرتبہ رمضان المبارک کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے رمضان المبارک کو تمام مہینوں سے فضیلت دی۔ ایک اور مقام پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مہینوں میں محبوب تر مہینہ رمضان المبارک کے بعد شعبان کا تھا۔ ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ماہ رمضان کے بعد کس ماہ کا روزہ افضل ہے، تو آپؐ نے فرمایا شعبان کا۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک تمام مہینوں کا سردار مہینہ ہے۔

۳۔ شہر مبارک یعنی برکت والا مہینہ

رمضان المبارک کو شہر مبارک یعنی برکتوں والا مہینہ کہا جاتا ہے، برکت کا اطلاق رحمت خداوندی کے اضافہ پر ہوتا ہے۔ رمضان میں اللہ کی رحمت میں بہت اضافہ ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر خاص و عام پر مہربان ہوتا ہے۔ اس مہینے میں ہر کوئی نیکی کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔ اکثر لوگ پابندیٔ نماز میں آجاتے ہیں۔ اس طرح ہر طرف خیر و برکت کا سماں بن جاتا ہے۔ اللہ سے جو کوئی نیک نیتی سے مانگے

وہ پورا مل جاتا ہے۔ اس مہینے کی خیر و برکت کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا، تمھارے پاس رمضان آیا ہے جو برکت والا مہینہ ہے۔ ایک اور مقام پر حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے مہینے میں فرمایا کہ تمھارے قریب ایک عظمت والا اور برکت والا مہینہ آن پہنچا ہے

۴۔ شہر الصبر یعنی صبر کا مہینہ

رمضان المبارک کو شہر الصبر یعنی صبر کا مہینہ بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کی جزا جنت ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں فرماتا رہتا ہے لے میرے بندو اور کنیزو! تم کو بشارت ہو صبر کرو اور ثابت قدمی دکھاؤ۔ قریب ہے کہ تمھاری تکلیف اور دکھ کو دور کر دوں اور اپنی رحمت میں جگہ عطا فرماؤں۔

۵۔ شہر اللہ یعنی خدا کا مہینہ

رمضان المبارک کو شہر اللہ یعنی خدا کا مہینہ بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ بعض چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کر رکھا ہے اس وجہ سے ان چیزوں کی اہمیت اور فضیلت عام چیزوں سے بلند و برتر ہے جیسے خانہ کعبہ کی نسبت اللہ کی طرف ہے، یعنی اللہ کا گھر، ایسے ہی رمضان المبارک کی نسبت بھی اللہ کی طرف ہے یعنی اللہ کا مہینہ۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی عبادات کا اہتمام ہوتا ہے اس لیے اسے شہر اللہ کہا جاتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؒ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ رمضان شہر اللہ یعنی خدا کا مہینہ ہے۔

۶۔ شہر المواسات یعنی ہمدردی کا مہینہ

رمضان المبارک کا ایک نام شہر المواسات بھی ہے۔ مواسات ہمدردی، اور غم خواری کو کہا جاتا ہے۔ رمضان المبارک کے روزوں سے انسان میں ہمدردی اور

بیدار ہوتا ہے تو اس سے امیر لوگوں کو فقراء، مساکین اور پڑوسیوں کے ساتھ ہمدردی اور جود و سخا کرنے کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔ رمضان المبارک کو ہمدردی کا مہینہ کہنے کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کا ایک اقتباس حسب ذیل ہے:

وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْکِہٖ فِیْہِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَاَعْتَقَہٗ مِنَ النَّارِ۔	جو شخص اپنے ماتحت ملازم کے کام میں اس مہینے میں تخفیف کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیں گے اور دوزخ سے اسے آزاد کر دیں گے۔ (بیہقی)

ہمدردی کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ حصولِ رزق اور ذرائع معاش میں تعاون کیا جائے۔ اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی رویّہ رمضان المبارک میں بڑا فراخ ہو جاتا تھا کیونکہ آپؐ عام حالات کی نسبت رمضان المبارک میں زیادہ سخی ہو جایا کرتے تھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض کَانَ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَجْوَدُ النَّاسِ وَاَجْوَدُ مَا یَکُوْنُ فِیْ رَمَضَانَ۔	حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے وہ کہا کرتے تھے کہ رسول پاک (عام حالات میں بھی) لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے مگر ماہِ رمضان میں تو آپؐ بہت ہی زیادہ سخی اور فیاض ہو جایا کرتے تھے۔ (نسائی)

غرضیکہ شہر المواسات کا تقاضا یہ ہے کہ ہمدردی اور غمگساری ہمارا شیوہ ہو جانا چاہیئے اور یہ چیز عبادت میں داخل ہے۔

فرضیتِ روزہ

روزہ ایک فرض عبادت ہے اور اس کی فرضیت کا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میں اپنے بندوں کو تھوڑی سی مشقت میں ڈال کر انعام کا مستحق بنا دوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ نسلِ آدم دنیا میں رہ کر بے پناہ گناہ کرے گی اور میری رحمت سے دور ہو جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی بہتری کے لیے سال میں ایک ایسا موقع فراہم کر دیا کہ جس میں انسان اللہ کی عبادت کر کے اللہ کے قریب ہو جاتا ہے اور وہ موقع ماہِ رمضان المبارک ہے جس میں روزہ رکھنا فرض ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ○ أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۚ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پھر تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ بعد میں اتنے ہی گنتی کے دن پورے کر لے اور جو طاقت نہیں رکھتے وہ فدیہ کے طور پر ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ پھر جو زیادہ بھلائی کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

(پ ۲۔ بقرہ ۱۸۳ تا ۱۸۴)

قرآن پاک میں روزہ کے لیے صوم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی رکنے اور چپ رہنے کے ہیں مگر اصطلاحی لحاظ سے روزہ سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو صبح صادق سے لے کر شام تک کھانے پینے اور مباشرت سے روکے بشرطیکہ نیت بھی روزہ کی ہو۔ بلا نیت روزہ کھانے پینے اور جماع سے رُکے رہنا روزہ نہیں کہلاتا۔

جسمانی صحت کی نشوونما اور قوت کو برقرار رکھنے کے لیے انسان کو خوراک درکار ہے جس کے پیش نظر انسان دن بھر میں وقفوں کے بعد اللہ کی عطا کردہ نعمتیں کھاتا پیتا ہے اور تازہ دم رہتا ہے۔ اس کے علاوہ انسان کی بنیادی ضرورت نفسانی جذبات کی تکمیل بھی ہے۔ اس لیے ان تینوں افعال کو معینہ مدت تک روکے رکھنے کا نام شریعتِ اسلامیہ میں روزہ ہے۔ علاوہ ازیں تمام ظاہری و باطنی خواہشات اور برائیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا بھی روزہ کی اصلیت میں داخل ہے۔

پہلی اُمتوں میں روزہ

روزہ کی عبادت اسلام سے قبل پہلی امتوں میں بھی تھی مگر اس کی عبادت کی جامع اور مکمل ترین صورت مسلمانوں میں رائج ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں یہ جو فرمایا ہے کہ مسلمانو! روزہ تم پر اسی طرح فرض ہے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض تھا۔ غرضیکہ روزہ رکھنے کا معمول اسلام سے قبل پہلی امتوں میں بھی تھا۔ لہٰذا اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ روزہ اسلام سے پہلے معروف پیغمبروں کے اعمال میں شامل تھا لیکن پہلی امتوں میں روزہ رکھنے کی جو کیفیت تھی وہ اسلام سے بالکل مختلف تھی۔

پس معلوم ہوا کہ اسلام سے قبل جتنی بھی شریعتیں آئیں ان میں روزہ رکھنے

کا حکم تھا اور نماز کی طرح روزہ بھی سابقہ امتوں پر فرض تھا۔ البتہ ان امتوں کے درمیان روزوں کے احکامات، تعداد اور روزہ رکھنے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا رہا۔ لیکن قبل از اسلام تک ان امتوں کے علماء نے روزوں کی حقیقت کو بگاڑ دیا تھا اور اپنی طرف سے کئی ایک رسومات کا روزہ کے ساتھ اضافہ کر لیا۔ اس لیے اہلِ عرب بھی اسلام سے پہلے روزہ سے کچھ نہ کچھ مانوس تھے اور قریشِ مکہ زمانہ جاہلیت میں دس محرم کو روزہ رکھتے تھے کیونکہ وہ اس دن خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کی رسم ادا کرتے تھے۔ اسی طرح مدینہ کے یہود بھی ساتویں مہینہ کی دس تاریخ کو روزہ رکھا کرتے تھے۔

سابقہ امتوں پر فرضیتِ روزہ کی طرح امتِ محمدیہ کے لیے بھی اللہ نے یہ عبادت فرض قرار دی اور تاقیامت مسلمانوں پر یہ عبادت فرض رہے گی۔ بلکہ یہ عبادت تو مسلمانوں کے لیے ایک تحفہ ہے جس کے باطن میں انسانی فلاح و بہبود کی ہزاروں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

روزے کی وجہ فرضیت

جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ زندگی کا اصل مقصد تو اللہ کی عبادت ہے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی بندگی انسان پہ لازم ہے کیونکہ انسان اللہ کا بندہ ہے اور اللہ کا بندہ بننے کے لیے ہمارا کوئی لمحہ بھی عبادت سے آزاد نہیں ہونا چاہیئے اور اللہ کی بندگی میں دو مقاصد کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ پہلی تو اللہ کے احکامات کی تعمیل ہے یعنی اللہ نے جو ہمیں کرنے کا حکم دیا ہے وہ بلا روک ٹوک ہم تسلیم کر کے اس پر عمل پیرا ہیں۔ اطاعتِ خداوندی ایسا عمل ہے جس سے اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی جس سے زندگی کا مقصد پورا ہوگا۔

عبادت میں دوسری چیز جو انسان کو مدنظر رکھنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ ایسا کوئی عمل نہ کرے جس سے اللہ ناراض ہو۔ کیونکہ اللہ کی ناراضی انسان کی تباہی کا باعث

مبنی ہے چنانچہ اس سے بچنا ضروری ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ انسان کو ایسا راستہ اختیار کرنا چاہیئے جس کو اللہ نے پسند کیا ہے جسے قرآن پاک میں صراطِ مستقیم کہا گیا ہے اور یہی صراطِ مستقیم اطاعت اور عبادت کا درمیانہ راستہ ہے اور اس پر کاربند ہونا ہر مسلمان کا مقصدِ حیات ہے۔ چنانچہ روزہ کے فرض ہونے کی سب سے بڑی دلیل اور وجہ بھی یہی ہے کہ روزہ صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے ایک تربیت ہے اور اس مختصر سی تربیت سے انسان میں وہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے

کہ جس کی بنا پر وہ سارا سال اللہ کی عبادت سے غافل نہیں رہ سکتا۔

روزے ۲ھ میں فرض ہوئے

روزے کی فرضیت کا حکم ۲ھ میں تحویلِ کعبہ کے واقعہ سے کم و بیش دس پندرہ دن بعد نازل ہوا۔ آیتِ روزہ شعبان کے مہینے میں نازل ہوئی اس وقت سے لے کر قیامت تک روزے مسلمانوں پر فرض ہو گئے۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آ کر آباد ہو گئے تو مسلمانوں کو کفارِ مکہ کی شرارتوں سے کچھ سکون میسر آیا۔ اور مدینہ منورہ میں آنے کے بعد اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی عبادت کے طریقے بھی مکمل ہو جائیں۔ اس غرض کے پیشِ نظر ۲ھ میں رمضان کے روزے رکھنا فرض ہو گئے۔

اگرچہ روزہ سے پہلے توحید اور نماز فرض ہو چکی تھی اور روزہ کی پابندی سے پہلے ان دو ارکان پر مسلمان مضبوطی سے عمل پیرا ہو چکے تھے لیکن روزہ سے مسلمانوں میں انتہائی استقامت پیدا ہوئی۔ اس کی فرضیت سے پہلے یوم عاشورہ اور ایام بیض یعنی چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے فرض تھے اور رمضان کے روزے فرض ہونے سے ان کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ لیکن مفسرین یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ روزے فرض نہ تھے صرف ان کی تاکید تھی۔ اور فرضیتِ رمضان سے یہ تاکید بلکی ہو گئی۔ رمضان کی فرضیت کے بارے میں

احادیث حسبِ ذیل ہیں:

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاشُوْرَآءَ وَ اَمَرَ بِصِيَامِهٖ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ۔ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَصُوْمُهٗ اِلَّا اَنْ يُّوَافِقَ صَوْمَهٗ ؛

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس کا حکم دیا۔ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو اسے ترک کر دیا گیا۔ اور عبداللہ بن عمرؓ اس دن روزہ نہ رکھتے مگر یہ کہ وہ دن آپڑتا (جس دن روزہ رکھنا آپ کا معمول تھا) تو روزہ رکھ لیتے۔ (بخاری)

(۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصِيَامِهٖ حَتّٰى فُرِضَ رَمَضَانُ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَآءَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَآءَ اَفْطَرَ ؛

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ قریش عہد جاہلیت میں عاشورہ کے روزے رکھا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کا حکم دیا۔ تا آنکہ جب رمضان کے روزے فرض قرار دیے گئے تو آپ نے فرمایا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے (بخاری شریف)

روزوں کی مدت

اسلام میں روزے رکھنے کے لیے ایک مہینہ مخصوص کر دیا گیا ہے اور اس مہینے کو رمضان کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ رمضان المبارک روحانی اور بہت سے جسمانی امراض کی دوا ہے اور دوا بقدرِ ضرورت ہی ہونی چاہیے۔ اگر یہ دوا سارا سال جاری رہتی تو مسلمانوں کے جسم پر بوجھ پڑتا اور جسمانی قوت اثر انداز ہوتی کہ اس سے علاج صحیح نہ ہو سکتا تھا چنانچہ ایک ماہ کی تعداد مقرر کر کے اللہ تعالیٰ نے وہ حکمتیں چھپا دی ہیں کہ جن کا انسان اندازہ نہیں کر سکتا۔

ایک مہینے کی تخصیص سے ایک مقدس ماہ مسلمانوں کے سامنے ظاہر ہو گیا تاکہ تمام مسلمان اس ایک فرض کو ادا کر کے اسلام کے نظام وحدت کا مظاہرہ کریں اور یہ زمانہ بھی موزوں تھا جس میں قرآن پاک نازل فرمایا گیا کیونکہ انسانی زندگی کا بھی سب سے اہم فرض قرآنی تعلیمات پر عمل کرنا ہے اس لیے اسی مہینے کو ماہ صیام کی سعادت ملی جس میں قرآن پاک نازل ہوا تھا۔ پھر روزوں کی تعداد مقرر کرنے کے بارے میں قرآن پاک میں آیا مَا مَعْدُوْدَاتٍ (گنتی کے چند دن) کے الفاظ فرمائے گئے ہیں۔

رمضان کو پانا اور اس کے روزے رکھنے کا حکم | قرآن پاک میں ارشاد باری ہے

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ جو اس مہینہ کو پاوے وہ اس کے روزے رکھے۔

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص روزوں کے مہینہ کو پا وے وہ اس مہینہ یعنی رمضان کے روزے رکھے اور آیت میں شَهِدَ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی کسی مقام یا زمانہ میں موجود ہونے کے ہیں۔

رمضان شریف کے مہینے کو پانے کی دو صورتیں ہیں، پہلی صورت تو یہ ہے کہ رمضان کا مہینہ زندگی میں بار بار ہر سال لوٹ کر آتا ہے تو جب وہ مہینہ آئے تو جو شخص اس دنیا میں موجود ہو اور اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہو جن پر روزہ فرض ہے تو اسے روزہ رکھنا ہر صورت میں ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اس دنیا میں موجود نہیں ہوگا تو لامحالہ روزے نہیں پائے گا تو اسے روزے سے کیا سروکار؟

فضائلِ رمضان

روزہ فضلِ خداوندی کا آئینہ ہے۔ اللہ کا فضل وہ خزانۂ رحمت ہے کہ جسے مل جائے اس کے دین و دنیا سنور جائیں۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے جسے چاہے اپنے فضل سے سرفراز کرے۔ اللہ چاہتا ہے کہ انسان اس کا عبادت گزار اور اطاعت شعار بندہ بنے۔ چنانچہ اللہ نے انسان میں صفاتِ بندگی پیدا کرنے کے لیے تحفتہً کچھ فرائض حضرت انسان کے ذمے لگائے ہیں۔ روزہ بھی انہی فرائض میں سے ایک ہے۔

روزہ روح کی غذا ہے۔ اللہ اور بندے کے درمیان جو معمولی سا حجاب ہے روزہ اسے بے نقاب کرنے کا چارہ ساز ہے۔ گویا روزہ اللہ اور بندے کی ملاقات کا دروازہ ہے۔ جو مسلمان اپنے تن کو اس دروازے سے گزارتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ اسے کہتا ہے کہ تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں۔ گویا جسے اللہ مل گیا، دنیا اس کے تابع ہو گئی۔ جن بندوں کے روزوں سے اللہ خوش ہوا انھیں ولی غوث اور قطب ابدال کر دیا۔

اے بندے! روزے کے فضائل تو کیا جانے۔ روزہ کی قدر و قیمت پوچھنی ہے تو سرورِ دو جہاں سے پوچھ، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے پوچھ جو صحرائے عرب کے تپتے ہوئے ریگزاروں میں گرمیوں کے موسم میں روزے رکھتے تھے، اور جہاد بھی کرتے تھے۔ اللہ ان کی عبادتوں اور اعمال صالحہ سے اتنا خوش ہوا کہ قرآن مجید میں اس آیت مبارکہ کا نزول ہوا کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اپنے اللہ سے راضی ہوگئے۔ روزہ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا زینہ ہے۔ حتیٰ کہ روزہ کی بدولت کئی اولیاء کو

ولایت ملی۔ اسی لیے حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ روزہ آدھی طریقت ہے چنانچہ سالکانِ حق و صداقت روزہ ہی کے ذریعے اپنے مالک و خالق کو خوش کرتے ہیں اور رضائے الٰہی حاصل کرتے ہیں۔

روزے کے پس پردہ بے شمار دینی دنیاوی حکمتیں ہیں اور ایسے ایسے رموز ہیں جو صرف روزہ دار کو حاصل ہوتے ہیں۔ اسی لیے اللہ کے محبوب بندے کثرت سے نفلی روزے رکھ کر ہی فضل ربانی تلاش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ پہ روزہ فرض ہوا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار ارشاداتِ عالیہ ہیں جن میں روزہ کے فضائل بیان ہوئے ہیں اور انھی فضائل کی بنا پر روزہ رکھنے کی تلقین بھی کی گئی ہے روزے کی فضیلت کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَوْ یَعْلَمُ الْعِبَادُ مَا فِی رَمَضَانَ لَتَمَنَّتْ اُمَّتِیْ اَنْ تَکُوْنَ السَّنَۃَ کُلُّھَا رَمَضَانَ۔	اگر اللہ کے بندے رمضان کی فضیلت جان لیں تو میری امت تمام سال روزہ سے رہنے کی خواہش مند ہوتی۔ (بیہقی۔ الترغیب)

گویا کہ روزہ اسلام کی عبادات میں سے محبوب ترین عمل ہے جس سے اللہ اور اس کا رسولؐ خوش ہوتا ہے اور جس پر اللہ اور اس کا رسولؐ مہربان ہو جائیں، تو اس کی تقدیر بدل جاتی ہے۔ روزہ عشقِ مصطفیٰ کا وہ جام ہے جسے پینے سے مجلسِ محمدی میں حضوری کا مقام ملتا ہے اور روزہ ہی مقامِ حضوری سے عرشِ معلیٰ کی جلوہ گاہ تک پہنچاتا ہے جہاں سے ولی کو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مراتب ملتے ہیں حتیٰ کہ روزہ اللہ اور بندے کے درمیان ایسا راز ہے جس کی قدر اللہ ہی جانتا ہے۔

روزہ کی فضیلت کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ استقبالِ رمضان کا خطبہ

رمضان کی فضیلت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشمار ارشادات ہیں لیکن ایک مرتبہ آپ نے رمضان المبارک کی آمد پر بڑا جامع خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں رمضان المبارک کی برکات اور سعادات کا تذکرہ فرمایا۔ وہ خطبہ حضرت سلمان فارسیؓ سے مندرجہ ذیل الفاظ میں مروی ہے :

وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُّزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهٗ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ شعبان کے آخری دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ لوگو! تم پر ایک عظیم مہینہ سایہ فگن ہوا ہے جو ایسا مبارک مہینہ ہے جس میں ایک رات ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کے روزوں کو فرض کیا ہے اور اس مہینہ کی راتوں میں قیام کو نفل مقرر کیا ہے۔ پس جو کوئی اس مہینہ میں نوافل کے ساتھ تقرب چاہے تو گویا اس نے رمضان کے علاوہ فرض ادا کیا اور جو کوئی اس مہینہ میں فریضہ ادا کرے تو گویا اس نے رمضان کے علاوہ دنوں میں ستر فرض ادا کیے یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کی جزا جنت ہے اور یہ غم خواری کا مہینہ ہے۔ غرضیکہ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھ جاتا ہے اور اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرانا گناہوں کی مغفرت اور گردن کو جہنم سے آزاد

مَغْفِرَةً لِذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلَ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَّاءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ۔

کروانے کا سبب ہے۔ افطار کرانے والے کے لیے روزہ دار کا سا اجر ہے اور اس سے روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص روزہ دار کو افطار کرانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو آپ نے فرمایا یہ ثواب اس شخص کو بھی ملے گا جو روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا پانی یا کھجور سے افطار کرائے اور جو روزہ دار کو پیٹ بھر کے کھلائے گا تو اللہ اس کو میرے حوض سے سیراب فرمائے گا جو دخولِ جنت تک پیاسا نہ ہوگا۔ یہ ایسا مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصہ رحمت کا، درمیانی حصہ مغفرت کا اور آخری حصہ نارِ دوزخ سے آزادی کا ہے اور جس نے اپنے خادم کے کام میں تخفیف کی، اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمائے گا اور اس کو نارِ دوزخ سے آزادی عطا فرمائے گا۔

(بیہقی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک میں ان تمام نیکیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو روزہ رکھنے والوں کو رمضان کے مہینے میں سرانجام دینی چاہئیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ ان انعامات کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو روزہ دار کو روزہ رکھنے کے بدلے میں ملیں گے لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جب اس کی زندگی میں رمضان المبارک کا مہینہ آئے تو اس میں روزے رکھے اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرے۔ یعنی جتنی کثرت سے بدنی عبادت کر سکتا ہے کرے۔ ذکر اور نوافل میں کثرت کرے۔ فرض

نماز با جماعت ادا کرے اور کسی صورت میں فرض نماز قضا نہ ہونے دے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور کثرت سے اپنے گناہوں پر استغفار کرے۔ رات کے کچھ حصہ میں قیام کرے۔ اس قیام کی سب سے افضل صورت نماز تراویح ہے لہذا روزہ دار کو نماز تراویح با جماعت ادا کرنی چاہیئے۔

اس کے بعد رمضان المبارک میں صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ چونکہ روزہ کی حالت میں بعض اوقات شدید بھوک اور پیاس لگتی ہے جسے ہر حال میں برداشت کرنا صبر کے مترادف ہے۔

پھر اسی خطبے میں ایک اور بات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ دوسرے کا روزہ افطار کرانا ہے جس کا شمار خدمتِ خلق میں ہوتا ہے جو اخلاق نقطۂ نظر سے نہایت اچھے اوصاف میں سے ہے اور انسانی ہمدردی کا آئینہ دار ہے روزہ میں ان تمام خصوصی عبادات کے بدلے میں جو اجر اور ثمرات روزہ دار کو ملتے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اور روزہ کی وجہ سے جو فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں وہ بھی بے شمار ہیں۔ انسان کے رزق میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور اضافۂ رزق بھی کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ظاہری طور پر اس ماہ میں بعض لوگوں کی آمدنی کم ہو جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں جتنی روزی بھی میسر آتی ہے اس میں اللہ کی جانب سے خیر و برکت شامل ہو کر گزر اوقات کا سبب بن جاتی ہے۔

اس حدیث کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ اس مہینے کے ابتدائی ایام میں دنیا میں رحمت کا نزول ہوتا ہے اور وسطی حصہ میں انسان کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ چونکہ انسان سال بھر طرح طرح کے گناہ کرتا رہتا ہے اور رمضان المبارک کے روزے ان گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں اور آخری حصہ میں دوزخ سے رہائی ملتی ہے۔ حتیٰ کہ رمضان المبارک میں جتنے بھی فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں وہ روزہ رکھنے کے باعث حاصل ہوتے ہیں۔

۲۔ برکاتِ رمضان

برکت کا مطلب کثرت اور زیادتی ہے۔ خوش قسمتی اور عروج کا مفہوم بھی برکت کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔ روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہوتی ہے اور جتنے امور روزے کے متعلق ہوتے ہیں ان سب میں اللہ کی طرف سے زیادتی شامل حال ہو جاتی ہے۔ اسی لیے رمضان المبارک کا آنا خیر و برکت کا پیغام ہے۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا وَحَضَرَنَا رَمَضَانُ اَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرُ بَرَكَةٍ يَغْشَاكُمُ اللّٰهُ فِيْهِ فَيُنْزِلُ الرَّحْمَةَ وَيَحُطُّ الْخَطَايَا وَيَسْتَجِيْبُ فِيْهِ الدُّعَاءَ يَنْظُرُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى تَنَافُسِكُمْ فِيْهِ وَيُبَاهِيْ بِكُمْ مَلَائِكَتَهٗ فَاَرُوا اللّٰهَ مِنْ اَنْفُسِكُمْ خَيْرًا فَاِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ حُرِمَ فِيْهِ رَحْمَةَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکت والا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمتِ خاصہ نازل فرماتے ہیں خطاؤں کو معاف فرماتے ہیں، دعاؤں کو قبول کرتے ہیں۔ تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں۔ پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ۔ بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے۔ (طبرانی)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ رمضان کا مہینہ خیر و برکت والا ہے یعنی روزہ دار کے دنیاوی امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر و برکت شامل ہو جاتی ہے۔ خیر و برکت سے مراد اللہ تعالیٰ کی مدد کا شاملِ حال ہوتا ہے جس سے نیکی کے کاموں میں کثرت ہو جاتی ہے جو انسان کے لیے فائدہ مند ہو جاتے ہیں۔ خیر و برکت کے علاوہ روزہ دار

پر رحمتِ خداوندی کا نزول ہوتا ہے۔ رحمت دراصل اللہ کی خوشنودی اور تائید کا اظہار ہے اور یہ تائید یعنی رحمت دنیا والوں پر مختلف انعامات کی صورت میں ہے اور اس رحمت کی بدولت اللہ تعالیٰ لوگوں کے رزق میں اضافہ فرماتا ہے دنیاوی رنج والم اور مصائب سے نجات مل جاتی ہے۔ ذہنی سکون کی دولت میسر آتی ہے، بیماری سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ مال و دولت اور مادی وسائل میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ الغرض دنیا میں جتنی بھی ہمیں مشکلات در پیش ہوتی ہیں، روزہ کی بدولت اللہ تعالیٰ ان میں تخفیف کر دیتا ہے یا ختم کر دیتا ہے کیونکہ یہ تمام دنیاوی آسائشیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں جنہیں ہم رحمتِ خداوندی سے تعبیر کرتے ہیں۔ دنیاوی فضل و کرم کے علاوہ روحانی فضل و کرم بھی اللہ کی رحمت ہے جو انسان کو صرف روزہ کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ آسمان کے دروازوں کا کھلنا

رمضان المبارک میں اللہ کی رحمت کے عام نزول کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ایسے ہی جنت اور رحمت کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں تاکہ ہر خاص و عام رمضان المبارک میں روزے رکھ کر اللہ کی رحمت اور جنت کا حق دار بن سکے۔ اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حسب ذیل ہیں:

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ (نسائی شریف)

(۲) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا رَمَضَانُ قَدْ جَاءَكُمْ تُفَتَّحُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَتُغْلَقُ فِيْهِ اَبْوَابُ النَّارِ وَتُسَلْسَلُ فِيْهِ الشَّيَاطِيْنُ ⁂

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے پاس رمضان المبارک کا یہ ماہِ مقدس آپہنچا اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں سے جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ (نسائی)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ بالا قول یعنی رمضان المبارک میں آسمان کے دروازوں کا کھل جانا انتہائی جامع اور پُرمعنی ہے۔ کیا یہ آسمان جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہمیں نظر آتا ہے اس میں دروازے ہیں اور روزوں میں ان دروازوں کا کھلنا اہل دنیا کے لیئے کس حد تک سودمند ہے۔

صوفیاء کے خیال کے مطابق آسمانِ دنیا کے دروازے ہیں اور ان دروازوں کا ذکر بہت سی احادیث صحیح میں بھی ہوا ہے۔ باطنی مشاہدہ کے مطابق آسمان کے بہت سے دروازے ہیں۔ کچھ تو ان میں سے ہر وقت کھلے رہتے ہیں اور کچھ خاص خاص موقعوں پر کھولے جاتے ہیں۔ اور خاص کر رمضان المبارک میں یہ دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان دروازوں سے آسمانی عنایات، نورانی تجلیات، رزاقی جوہر اور آسمانی مخلوقات کا زمین پر نزول ہوتا ہے جس سے دنیا والوں کی بے شمار وبائیں دور ہوتی ہیں اور کئی ایک فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اہلِ روحانیت کو آسمان کے دروازے کھلنے سے اللہ تعالیٰ کی حکمت کے بے پناہ اسرار حاصل ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ اور صوفیاء کی روحیں مراقبہ اور عالم استغراق میں ان دروازوں سے آسمانوں پر داخل ہو کر آسمانی مخلوقات اور آسمانی نظاروں کا مشاہدہ کرتی ہیں مگر ایسا روحانی مشاہدہ روزے کی بدولت ان لوگوں کو ہوتا ہے

جن کا روحانیت میں بلند مقام ہوتا ہے۔

بعض محدثین کا کہنا ہے کہ رمضان المبارک میں آسمان کے دروازوں کا کھلنا ایک کنایہ ہے کیونکہ رمضان میں رحمتِ خداوندی کا پے درپے نزول دروازے کھلنے کے مترادف ہے۔ نیک اعمال کسی رکاوٹ کے بغیر اوپر چڑھتے ہیں اور روزہ داروں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

۴۔ جہنم کے دروازوں کا بند ہونا

بعض احادیث میں یہ روایات بیان ہوئی ہیں کہ جب رمضان المبارک آتا ہے تو اس وقت جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ جہنم ایک بہت بڑا گڑھا ہے جو بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے جس میں مختلف طبقات ہیں جہاں گناہ کرنے والوں کو آخرت میں سزا دی جائے گی۔ رمضان المبارک میں دوزخ کے دروازوں کا بند کیا جانا اس بات کی طرف کنایہ ہے کہ روزہ دار ایسے کاموں سے بچا رہتا ہے جو آخرت میں جہنم میں داخل ہونے کا باعث بنتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ کہا گیا ہے کہ رمضان المبارک میں دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں تاکہ لوگ گناہوں کی بجائے نیک اعمال کریں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ اَوَّلُ لَیْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِّحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ یُغْلَقْ

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے، شیطان اور سرکش جن قید کر لیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ ایک ندا کرنے والا پکارتا ہے اے

مِنْهَا بَابٌ وَّيُنَادِيْ مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ ؎

خیر کے طلب کرنے والو! متوجہ ہو۔ اور اے شر کے طلب کرنے والے! باز رہ۔ اور اللہ کے لیے آگ سے آزاد ہونے والے ہیں۔ اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ رمضان المبارک میں ہر طرف ایسا رحمت سے بھرا ہوا ماحول پیدا ہو جاتا ہے کہ جس میں لوگوں کا دل نماز کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ اہلِ ثروت کے دل میں یہ بات جاگزین ہو جاتی ہے کہ رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ سخاوت کریں۔ ایسے ہی لوگ نوافل اور ذکر اذکار کی طرف لپکتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کریں۔ حتیٰ کہ ہر عابد کی نیکیوں میں اس قدر اضافہ ہو جاتا ہے جو آخرت میں روزہ دار کے لیے جہنم سے چھٹکارے کا سبب بنے گا۔ اور جہنم سے ایسی خلاصی روزہ دار کے لیے جہنم کے دروازے بند ہونے کے مترادف ہے۔

۵۔ رمضان المبارک کے پانچ خصوصی انعام

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں مسلمانوں کو پانچ خصوصی انعام عطا کیے ہیں جو پہلی امتوں کے روزہ داروں کو عطا نہ ہوئے تھے۔ یہ انعامات حسب ذیل ہیں:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيَتْ أُمَّتِيْ خَمْسَ خِصَالٍ فِيْ رَمَضَانَ لَمْ تُعْطَهُنَّ أُمَّةٌ قَبْلَهُمْ خُلُوْفُ فَمِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ میری امت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں خصوصی طور پر دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملی تھیں (۱) یہ کہ ان کے منہ کی بدبو اللہ کے

الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْحِيْتَانُ حَتّٰى يُفْطِرُوْا ۔ وَيُزَيِّنُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ جَنَّتَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ يُوْشِكُ عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ اَنْ يُّلْقُوْا عَنْهُمُ الْمُؤْنَةَ وَيَصِيْرُوْا اِلَيْكَ وَتُصَفَّدُ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ فَلَا يَخْلُصُوْا فِيْهِ اِلٰى مَا كَانُوْا يَخْلُصُوْنَ اِلَيْهِ فِيْ غَيْرِهٖ وَيُغْفَرُ لَهُمْ فِيْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ ۔ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ؟ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا يُوَفّٰى اَجْرَهٗ اِذَا قَضٰى عَمَلَهٗ ۔

نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (۲) یہ کہ ان کے لیے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں (۳) جنت ہر روز ان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے۔ پھر حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آئیں (۴) اس میں سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں (۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لیے مغفرت کی جاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ یہ دستور ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے۔ (بیہقی)

اس حدیث میں پانچ انعاموں کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے کہ پہلا انعام یہ ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو بہت پسند ہے کیونکہ روزہ کی حالت میں فاقے کی وجہ سے جو بدبو روزہ دار کے منہ میں پیدا ہوتی ہے وہ اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ کی بدبو کا عوضانہ عالم برزخ، قیامت اور جنت میں خوشبو کی صورت میں ملے گا اور وہ خوشبو اتنی اعلیٰ ہوگی کہ دنیا کی مشک جیسی بہترین خوشبو بھی اس کا مقابلہ نہیں کرتی۔ خوشبو کا ملنا جسم اور روح میں تازگی کا سبب بنتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزہ کی بدبو کا بدلہ ملے گا۔ وہ انسان

کے لیے سکون اور راحت میسر کرے گا۔

دوسرا انعام یہ ہے کہ روزہ دار کے لیے مچھلیاں دعا کرتی ہیں انسان کے لیے مچھلیوں کا دعا کرنا ایک طرح کا اعزاز ہے کہ وہ انسان بڑا خوش بخت ہے کہ جس کے لیے جانور بھی دعا کریں۔

تیسرا انعام جنت کا سجایا جانا ہے۔

چوتھا انعام شیطان کا قید ہونا ہے تاکہ وہ عبادت میں خلل نہ ڈالے۔

پانچواں انعام مغفرت ہے جو روزہ کی بدولت حاصل ہوگی۔

ان انعامات کی تفصیل علیحدہ علیحدہ موضوعات کے تحت بیان کی گئی ہے۔

۷۔ روزہ رکھنے کا خصوصی اجر

انسان جو بھی نیک عمل کرتا ہے اللہ کے ہاں اس کا اجر مقرر ہے۔ جو عمل کرنے والے کو ہر حال میں مل کے رہے گا۔ چھوٹی نیکیوں کا اجر قلیل ہے اور بڑی نیکیوں کا بدلہ بہت بڑا ہے۔ پھر نیکی کا بدلہ دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ملے گا۔ مثلاً اگر کوئی نمازی ہے تو لوگ اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور وہ لوگوں میں پکے نمازی کی حیثیت سے شہرت پا جاتا ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص زکوٰۃ دیتا اور خیرات کرتا رہتا ہے تو وہ لوگوں میں سخی کے نام سے موسوم ہو کر عزت پاتا ہے۔ اگر کوئی دیانت اور صداقت کو اپناتا ہے تو اس نیکی کی نسبت سے لوگوں میں دیانت دار اور سچے کی حیثیت سے شہرت اور عظمت پاتا ہے۔ غرضیکہ جو بھی ہم عبادت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس عبادت کے عوض ہمیں معاشرے میں دوسرے لوگوں سے نمایاں کر دیتا ہے تو یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس نیکی کا بدلہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی آخرت میں انسان کی نیکیوں کا بدلہ اور عوضانہ انسان کی بخشش و مغفرت، دخولِ جنت اور بلندیٔ درجات ہے۔ مگر روزہ کی جزا کے بارے میں خدا نے اتنا بلند درجہ رکھ دیا ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور

ہیں روزے کے لیے ۔ یعنی اتنے مختصر سے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ جو روزہ رکھے گا۔ میں اسے جتنا اجر چاہوں گا عطا کر دوں گا۔ یہی بات حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے ۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ . قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یَقُوْلُ اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَاِذَا لَقِیَ اللّٰہَ فَجَزَاہُ فَرِحَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِّیْحِ الْمِسْکِ ؎

حضرت ابو سعید رضؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ روزہ ایسی عبادت ہے جو صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں، ایک خوشی جس وقت وہ روزہ کھولتا ہے اور اسے دوسری خوشی اس وقت ہو گی جب وہ اپنے پروردگار سے ملے گا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے ۔ (نسائی)

اس حدیث میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ روزہ کا ثواب بے انتہا اور لامحدود ہے جس کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا ۔

خلوصِ نیت کا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور جس عبادت میں جتنا خلوص زیادہ ہو اس کا اتنا ہی اجر زیادہ ہے۔ روزہ کے علاوہ جتنی فرضی عبادات ہیں وہ کسی نہ کسی صورت میں دوسرے لوگوں پر ظاہر ہو جاتی ہیں اور پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں شخص عبادت میں مشغول ہے۔ لیکن روزہ صرف ایک ایسی عبادت ہے جو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔ کیونکہ یہ ایک مخفی عبادت ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان ہے ۔

۷۔ روزہ دار کی دعا کی قبولیت

رمضان المبارک کے فضائل میں سے روزہ کی فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ روزہ دار کی دعا قبول فرماتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ﹰالْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عُتَقَاءَ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَةٍ یَعْنِیْ فِیْ رَمَضَانَ وَاِنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ وَّ لَیْلَةٍ دَعْوَةً مُّسْتَجَابَةً۔

حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کی ہر شب و روز میں اللہ کے یہاں سے (جہنم کے) قیدی چھوڑے جاتے ہیں۔ اور ہر مسلمان کے لیے ہر شب و روز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ (بزار)

جن لوگوں کی دعائیں عجز، نیت میں خلوص ہو تو ان کی دعا جب بارگاہِ رب العزت میں پیش ہوتی ہے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ یوں تو ہر وقت ہی اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگی جا سکتی ہے لیکن بعض موقعوں کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دے رکھی ہے کہ اگر اس موقعہ یا مقدس وقت میں دعا مانگی جائے تو وہ ضرور مستجاب ہوتی ہے ان مستجاب موقعوں میں ایک موقعہ روزہ کی افطاری ہے کیونکہ روزہ دار جب روزہ افطار کرنے لگتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ روزہ دار کی ہر دعا قبول فرماتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ اَلصَّائِمُ حَتّٰی یُفْطِرَ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَیُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی، ایک روزہ دار کی افطار کے وقت۔ دوسرے عادل بادشاہ کی، تیسرے مظلوم کی۔ جس کو حق تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتا ہے اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیے جاتے ہیں۔ اور

وَيَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِيْ ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا
لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْبَعْدَ حِيْنٍ۔ گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہو جائے۔

(ترمذی)

افطاری کے وقت اللہ کی رحمت اور بخشش مانگنی چاہیئے۔ جن حضرات کا روزہ بارگاہ خداوندی میں قبولیت کا درجہ رکھتا ہو ان کی دعا بھی قبول ہوتی ہے۔ مگر بعض اوقات قبولیتِ دعا کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا تو روزہ دار سوچتا ہے کہ اس کی دعا مندرجہ بالا احادیث کے مطابق قبول ہونی چاہیئے لیکن دعا قبول کیوں نہیں ہوئی۔ تو یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ روزہ دار کی ہر جائز دعا قبول فرما کر اس کو تدبیر عمل میں ڈال کر کچھ عرصہ کے لیے موقوف کر دیتا ہے اور جب وہ عرصہ گزر جاتا ہے تو کام ہونے کے آثار پیدا ہو کر دعا مانگنے والے کے سامنے آجاتے ہیں اس لیے دعا کر کے پُر امید رہنا چاہیئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مسلمان دعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی یا کسی گناہ کی دعا نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں سے تین چیزوں میں سے ایک ضرور ملتی ہے۔ یا وہ چیز ہی خود ملتی ہے جس کی دعا کی، یا اس کے بدلے میں کوئی برائی یا مصیبت اس سے ہٹا دی جاتی ہے۔ یا آخرت میں اسی قدر ثواب اس کے حصہ میں لگا دیا جاتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضؓ کی ایک روایت ہے کہ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی پکارتا ہے کہ اے خیر کی تلاش کرنے والے! متوجہ ہو اور آگے بڑھ اور اے برائی کے طلبگار بس کر اور آنکھیں کھول۔ اس کے بعد وہ فرشتہ کہتا ہے کہ کوئی مغفرت کا چاہنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کی جائے؟ کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے۔ کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے، کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے؟ (ترغیب)

۸۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں

روزہ رکھنے والے کے لیے دو فرحتیں ہیں۔ فرحت سے مراد خوشی ہے اس کے متعلق حدیث پاک میں یوں بیان ہوا ہے:

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یَقُوْلُ الصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ حِیْنَ یُفْطِرُ وَحِیْنَ یَلْقٰی رَبَّہٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ۔

حضرت علی رضؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ روزہ ایسی عبادت ہے جو صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں، ایک خوشی جس وقت وہ روزہ کھولتا ہے اور اسے دوسری خوشی اس وقت ہوگی جب وہ اپنے پروردگار سے ملے گا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ (نسائی)

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ روزہ رکھنے والے کے لیے دو فرحتیں ہیں ایک فرحت افطار کے وقت کی اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت کی یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی بندہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کے حکم کو بجا لاتا ہے تو اسے یہی فرحت ہوتی ہے۔

ایک عارف کا قول ہے کہ روزہ میں بھوک برداشت کرنے کی بنا پر بندے میں روحانی فیوض و برکات بڑھتے ہیں جس سے بندے اور اللہ میں ایک رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور یہی رابطہ ملاقات کے مترادف ہے جس سے انسان کو بہت زیادہ فرحت حاصل ہوتی ہے۔

۹۔ جنت کا سجایا جانا

روزہ داروں کی حوصلہ افزائی کا ایک اعزاز یہ ہے کہ جنت کو سجایا جاتا ہے اس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْجَنَّۃَ تُزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَاْسِ الْحَوْلِ اِلٰی حَوْلٍ قَالَ فَاِذَا کَانَ اَوَّلُ یَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ ھَبَّتْ رِیْحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّۃِ عَلَی الْحُوْرِ الْعِیْنِ فَیَقُلْنَ یَارَبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِکَ اَزْوَاجًا تَقَرُّ بِھِمْ اَعْیُنُنَا وَتَقَرُّ اَعْیُنُھُمْ بِنَا:

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سال کے شروع سے آئندہ سال تک رمضان کے لیے جنت کو مزین کیا جاتا ہے۔ جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے۔ عرش کے نیچے سے جنت کے پتوں سے حوروں پر ایک ہوا چلتی ہے۔ وہ کہتی ہیں اے ہمارے رب! اپنے بندوں میں ہمارے ایسے شوہر بنا جن کے ساتھ ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اور ہمارے ساتھ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں

(بیہقی فی شعب الایمان)

ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ دنیا اور آخرت میں اس کی جائے قیام صاف ستھری، عمدہ اور عالی شان ہو۔ آخرت میں روزہ داروں کی جائے قیام جنت ہے جس میں روزہ دار کے لیے عالی شان محلات ہوں گے اور ان خوبصورت محلات کا امتیاز یہ ہے کہ وہ مردانِ حق جن کو روزہ کی بدولت جنت ملے گی۔ جوں جوں وہ ہر سال روزے رکھنے کے اہتمام کرتے جا رہے ہیں۔ ویسے ہی ان کے لیے سال بسال جنت سجتی جا رہی ہے اور آخرت میں جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو اس وقت ان کے نیک اعمال کی بنا پر جنت بہت زیادہ سج چکی ہو گی۔ اس خبر پر روزہ دار بہت خوش ہوں گے۔ مشاہدے کی بات ہے کہ جب کسی شخص کو خاص زمینت

حاصل ہو تو جب وہ کسی مقام پر جائے تو اس کا شاندار طریقہ سے استقبال کیا جاتا ہے۔ اس کی قیام گاہ کو خوب سجایا جاتا ہے تاکہ سجاوٹ کو دیکھ کر آنے والا خوش ہو ایسے ہی روزہ داروں کے لیے جنت ہر سال سجائی جا رہی ہے اور اس کی سجاوٹ قیامت تک جاری رہے گی۔ حتیٰ کہ روزہ دار قیامت کے روز جب جنت میں داخل ہوں گے تو وہ اس بے مثل جنت کی سجاوٹ کو دیکھ کر بیحد مسرور ہوں گے اور یہ ان کے روزے کا انعام ہوگا۔

۱۰۔ جنت کا باب ریان

اللہ تعالیٰ نے روزہ داروں کی مخصوص قدر دانی کے لیے جنت میں داخل کرنے کے لیے ایک دروازہ مخصوص کر رکھا ہے جس کا نام باب ریان ہے جو صرف روزہ داروں کے لیے کھولا جائے گا۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلصَّائِمِيْنَ بَابٌ فِي الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ لَا يَدْخُلُ فِيْهِ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَاِذَا دَخَلَ اٰخِرُهُمْ اُغْلِقَ مَنْ دَخَلَ فِيْهِ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ فِيْهِ اَبَدًا۔

حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ داروں کے لیے جنت میں ایک ایسا دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں اس میں روزہ داروں کے سوا کوئی نہ جائے گا۔ جب اس میں آخری شخص داخل ہوگا تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ جو شخص وہاں تک (داخل) ہو گیا وہ اس کے پانی کو پیے گا اور جس نے ریان کا پانی پی لیا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ (نسائی)

قانون خداوندی ہے کہ راہ ہدایت میں انسانی اصلاح اور صالح تربیت کی خاطر جو تھوڑا بہت دکھ درد ملتا ہے۔ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کا

بدلہ بڑی بہتر صورت میں دیا جائے گا۔ چنانچہ روزہ داروں کو آخرت میں روزہ کی بھوک اور پیاس کے عوض جنت میں اس جگہ سے گزارا جائے گا جہاں اعلیٰ سے اعلیٰ مشروبات اور عمدہ سے عمدہ کھانے ہوں گے تاکہ وہ جی بھر کر کھائیں اور پئیں دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی ملک کے حاکم کی دعوت کی جائے تو اس کو دعوت خانے میں لانے کے لیے ایک مخصوص دروازہ اور راستہ مقرر کیا جاتا ہے جبکہ دوسرے مہمانوں کے لیے عام راستہ اور دروازے استعمال کیے جاتے ہیں اس سے مہمان کی عزت اور توقیر مقصود ہوتی ہے جو اس مہمانِ خصوصی کے علاوہ دوسروں کو میسر نہیں آتی۔ بابِ ریان کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید یہ فرمایا:

عَنْ سَهْلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ؟ فَيَقُوْمُوْنَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدٌ ؛

حضرت سہل رض روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے۔ قیامت کے دن اس دروازہ سے بجز روزہ داروں کے اور کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔ کہا جائے گا روزہ دار کہاں ہیں پس وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے۔ اس دروازہ سے ان کے سوا کوئی داخل نہ ہو گا جب وہ داخل ہو جائیں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا اور اس میں اور کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔ (بخاری شریف)

وعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ

حضرت سہل بن سعد رض روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک

اَبْوَابٍ مِّنْهَا بَابٌ يُسَمّٰى الرَّيَّانُ لَا يَدْخُلُهٗ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ ۔ (بخاری شریف)

دروازہ کا نام ریان ہے جس سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے ۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے لیے آٹھ دروازے ہیں اور یہ دروازے درجات اور مراتب کے لحاظ سے مخصوص کیے گئے ہیں اور ان میں ایک دروازہ روزہ داروں کے لیے مخصوص ہے اور یہ دروازہ باب ریان ہے ۔ ریان کا لفظ ری سے ماخوذ ہے جس کے معنی بہت سیراب کرنے والا ہے ۔ یعنی روزہ دار جب اس دروازے سے جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے لیے وہاں بیشمار کھانے پینے کی نعمتیں ہوں گی جہاں وہ جی بھر کے کھائیں گے اور ان کا یہ خصوصی اعزاز روزہ رکھنے سے ہوگا

۱۱۔ مقدس مقامات پر روزہ رکھنے کا اجر کثیر

بعض مقامات کو اللہ تعالیٰ کے ہاں تقدس کا شرف حاصل ہے اور اس مقام پر رہ کر عبادت کرنا یعنی نماز روزہ اور یاد الٰہی میں معروف ہونا دوسرے مقامات کی نسبت زیادہ درجہ رکھتا ہے اور زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے ۔ چنانچہ شہر مکہ میں روزہ رکھنے کے خصوصی ثواب کے بارے میں حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

مَنْ اَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ بِمَكَّةَ فَصَامَهٗ وَقَامَ مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ مِائَةَ اَلْفَ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيْمَا سِوَاهُ وَكَتَبَ لَهٗ بِكُلِّ لَيْلَةٍ عِتْقَ رَقَبَةٍ

جس نے رمضان المبارک کو مکہ مکرمہ میں پایا اور اس نے اپنی طاقت کے مطابق روزہ رکھا اور قیام کیا تو اس کو دوسری جگہ کے اعتبار سے اس جگہ ایک لاکھ رمضان گزارنے کا ثواب ملتا ہے ۔ اور ہر ایک دن کے بدلے میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے ۔

وَكُلِّ يَوْمٍ حُمْلَانٍ فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَفِيْ كُلِّ يَوْمٍ حَسَنَةٌ وَفِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ حَسَنَةٌ (ابن ماجہ، ترغیب)

اسی طرح ہر ایک رات کے بدلے میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور ہر ایک دن کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک سواری دینے کا ثواب ملے گا اور ہر ایک رات اور دن کے بدلہ میں اس کو نیکیاں ہی نیکیاں ملیں گی۔

مقامات مقدسہ میں سب سے زیادہ فضیلت اور حرمت شہر مکہ کو حاصل ہے جس میں اللہ کا گھر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آبائی شہر ہے۔ جس وجہ سے وہ سب سے افضل مقام ہے۔ خانہ کعبہ کے بعد مسجد نبوی اور مدینۃ النبی کو وہ بزرگی اور شہرت حاصل ہے جو کسی دوسرے مقام کو حاصل نہیں۔ ان دونوں مقامات کے علاوہ بیت المقدس بھی مقدس مقامات سے ہے۔

اس حدیث میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ شہر مکہ اور خاص کر خانہ کعبہ میں رمضان المبارک گذارنا انتہائی خوش بختی ہے اور سعادت ہے کیونکہ وہاں روزے رکھنا دوسرے مقامات کی نسبت بہت زیادہ ثواب کے حامل ہیں۔ اس کے بعد مسجد نبوی میں روزہ رکھ کر مشغول عبادت رہنا مقدر کی بات ہے کیونکہ ان دونوں مقامات پر عبادت اللہ کے نزدیک انتہائی قبولیت کا درجہ رکھتی ہے۔

صوفیاء اور اولیاء کرام کی از حد کوشش ہوتی ہے کہ وہ خانہ خدا اور مسجد نبوی میں رمضان المبارک کا مہینہ گذاریں۔ کیونکہ ان دونوں مقامات پر فقرا اور صوفیا خصوصی روحانی کیفیات اور انوارات محسوس کرتے ہیں اور مشاہدات دیکھتے ہیں، جو عام مقامات پر میسر نہیں آتے۔

ان دونوں مقاماتِ مقدسہ کے علاوہ بزرگانِ دین کی مساجد اور وہ جگہ مقدس ہے جہاں کسی اللہ کے بندے نے معتکف ہو کر رمضان المبارک گزارا ہو۔ لہٰذا مقاماتِ مقدسہ پر روزوں میں ذکر و فکر کی جو لذت میسر آتی ہے وہ عام مقامات پر نصیب نہیں ہوتی

۱۲۔ روزہ دار کے منہ کی بُو کی شان

روزہ داروں کی حوصلہ افزائی کے لیے اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ نے اس بو کی بھی تعریف کر دی ہے جو روزہ دار کے منہ میں روزہ رکھنے کے باعث پیدا ہوتی ہے۔ یعنی روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشکِ خالص کی خوشبو کی طرح ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَجْهَلْ وَاِنِ امْرُءٌ قَاتَلَهٗ اَوْ شَاتَمَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ مَرَّتَیْنِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ یَتْرُكُ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَشَهْوَتَهٗ مِنْ اَجْلِیْ اَلصِّیَامُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، روزہ (گناہوں کے لیے) ڈھال ہے۔ بنا بریں نہ تو فحش کام کیا جائے اور نہ جہالت کی بات اگر کوئی شخص اس (روزہ دار) سے جھگڑے یا گالی دے تو کہہ دے میں روزہ سے ہوں دو بار کہہ دے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔ وہ کھانا پینا اور مرغوبات محض میرے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ خاص میرے (اللہ) لیے ہے اور میں ہی اس کا صلہ دیتا ہوں اور ہر نیکی پر دس گنا ثواب ملتا ہے۔

(بخاری)

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ایک گنہگار دوزخ میں ڈالا جائے گا

گا۔ آگ اس سے بھاگے گی۔ داروغہ جہنم حضرت مالک دوزخ کی آگ سے کہیں گے تو اسے کیوں نہیں پکڑتی؟ آگ عرض کرے گی میں اسے کیونکر پکڑوں۔ اس کے منہ سے روزے کی بو آتی ہے۔ حضرت مالک اس گنہگار سے پوچھیں گے۔ کیا تو روزہ دار مرا تھا؟ وہ کہے گا جی ہاں! (انیس الواعظین)

۱۴۔ روزہ ڈھال ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں جنگوں کے موقع پر لڑنے کے لیے تلوار اور ڈھال استعمال ہوتی تھی: تلوار سے لڑنے والا دوسرے کے جسم پر زخم لگانے کے لیے حملہ کرتا تھا جبکہ تلوار کے اس وار کے سامنے ڈھال کر دی جاتی جس سے تلوار کا وار جسم کو نقصان پہنچائے بغیر خالی رہ جاتا۔ اس لیے ڈھال کا استعمال اپنے آپ کو بچانے کے لیے کیا جاتا تھا۔ روزہ کو کنایہ کے طور پر ڈھال کی مانند قرار دیا گیا ہے کہ جس طرح ڈھال انسان کو تکلیف ملنے سے بچاتی ہے، اسی طرح روزہ انسان کو برائیوں سے بچاتا ہے۔

(۱) اَنَّ مُطَرِّفًا مِنْ بَنِیْ عَامِرِ ابْنِ صَعْصَعَۃَ حَدَّثَہٗ اَنَّ عُثْمَانَ ابْنَ اَبِی الْعَاصِ الثَّقَفِیَّ دَعَا لَہٗ بِلَبَنٍ یَّسْقِیْہِ فَقَالَ مُطَرِّفٌ اِنِّیْ صَائِمٌ فَقَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الصِّیَامُ جُنَّۃٌ مِّنَ النَّارِ کَجُنَّۃِ اَحَدِکُمْ مِّنَ الْقِتَالِ۔

مطرف سے روایت ہے کہ عثمان بن ابی العاص ثقفی نے مطرف کے پینے کے لیے دودھ کا پیالہ منگایا۔ انھوں نے جواب دیا میں روزہ سے ہوں۔ عثمان نے فرمایا کہ حضور نے ارشاد فرمایا تھا روزہ دوزخ سے ڈھال کی طرح ہے جیسے تم لوگ جنگ میں ڈھال سے اپنا بچاؤ کرتے ہو۔

(ابن ماجہ)

(۲) عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ

اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ۔ ڈھال ہے۔ (نسائی)

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ سپر (ڈھال) ہے۔ (نسائی)

(۴) عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ مَا لَمْ یَخْرِقْهَا۔

حضرت ابوعبیدہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا کہ روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔ (نسائی)

ان احادیث میں روزہ کی فضیلت کے بارے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ روزہ جُنّہ ہے یعنی ڈھال ہے۔ ڈھال کا لفظ ایسے جنگی آلہ کے لیے استعمال ہوتا ہے جس سے غازی دوسرے کی تلوار کے وار کو رد کرتا تھا اور اپنے آپ کو بچاتا تھا۔ چنانچہ روزہ انسان کو ایسے ہی برائیوں سے بچاتا ہے جس طرح ڈھال انسان کو دشمن کے وار سے بچاتی ہے ایسے ہی روزہ انسان کو ازلی دشمن شیطان کے حملوں سے بچاتا ہے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے بچائے گا۔ مسند احمد میں ہے کہ میت کو جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو نماز اس کے دائیں طرف آ جاتی ہے اور روزہ بائیں طرف۔ قرآن سر کی طرف اور صدقہ پاؤں کی طرف سے آ جاتا ہے یعنی روزہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عذاب جو روزہ دار کو بائیں طرف سے آنا تھا اسے روزے نے ڈھال کی مانند روک دیا۔

جس طرح سپر (یعنی ڈھال) تلوار کے وار کو روکتی ہے۔ اسی طرح روزہ بھی جہنم کی آگ وعذاب سے روزہ دار کا بچاؤ کرتا ہے۔ قیامت میں جب دوزخ گنہگار پر حملہ آور ہوگی تو حکم ہوگا جو لوگ روزہ دار مرے ہیں کہاں ہیں؟ جب وہ سامنے جائیں گے تو دوزخ ان کی بُو پہچان کر چالیس برس کے فاصلہ پہ ان سے دور ہٹ جائے گی۔ (انیس الواعظین)

۱۴۔ روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے

زکوٰۃ کا مطلب پاکی ہے اور یہ لفظ زکیٰ سے بنا ہے۔ عربوں میں یہ لفظ برکت افزائش پاکیزگی اور صفائی کے لیے استعمال ہوتا تھا لہٰذا جب زکوٰۃ کے فریضہ کا اطلاق ہوا تو اس کا مطلب بھی یہی تھا کہ اللہ کی راہ میں مال کا کچھ حصہ خرچ کر کے اپنے مال کو پاکیزہ کر لیا جائے۔ اسی طرح روزہ دار کو روزہ رکھنے میں کچھ مشقت اٹھانا پڑتی ہے جس سے باطنی صفائی ہوتی ہے۔ اس بنا پر روزہ کو جسم کی زکوٰۃ کہا گیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ شَیْءٍ زَکٰوۃٌ وَزَکٰوۃُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ وَزَادَ مُحْرِزٌ فِیْ حَدِیْثِہٖ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلصِّیَامُ نِصْفُ الصَّبْرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے، اور محرزؒ نے اپنی حدیث میں اتنا اضافہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ آدھا صبر ہے۔

(ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں، صحت، دولت، حسن، علم وغیرہ وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہیں اور ان نعمتوں کا جتنا بھی انسان شکر ادا کرے کم ہے۔ ان نعمت ہائے گوناگوں کے شکر کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں رضائے الٰہی کی خاطر ان نعمتوں کو دوسروں کے فائدہ کے لیے خرچ کرے۔ مال و دولت کا شکرانہ اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔ علم کی زکوٰۃ یہ ہے کہ اسے دوسروں تک پہنچائے، صحت و تندرستی کی زکوٰۃ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں بھوک و پیاس برداشت کی جائے۔ روزہ میں بھوک برداشت کرنا پڑتی ہے اور پیاسا رہنا پڑتا ہے۔

بے شمار خواہشات پر صبر و ضبط کرنا پڑتا ہے تو ان تمام اشیاء میں جو تھوڑی بہت تکلیف اٹھائی جاتی ہے اس کا مقصود صرف رضائے الٰہی ہوتا ہے اور روزہ کی مشقت اور معمولی جسمانی تکلیف، صحت تندرستی اور جسم کی زکوٰۃ کے مترادف ہے۔

صوفیاء نے جسم کی زکوٰۃ کو بے حد پسند کرتے ہوئے نفلی روزوں کا رکھنا اپنا معمول بنایا کیونکہ اس بدنی زکوٰۃ سے انوارات الٰہیہ اور روحانی تجلیات کا حصول ہوتا ہے۔

۵۔ شیطانوں کا جکڑا جانا

رمضان المبارک کا آغاز ہوتے ہی شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے اس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَ سُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ ؇

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ماہِ رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیروں سے باندھ دیا جاتا ہے۔ (بخاری شریف)

ایک اور حدیث میں یہی بات یوں بیان ہوئی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَتْ اَوَّلُ لَیْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَ غُلِّقَتْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جنات باندھ دیے جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں،

اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَنَادٰی مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰہِ عُتَقَاءُ وَذٰلِكَ فِیْ كُلِّ لَیْلَةٍ ؛

اور ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی بند نہیں کیا جاتا۔ اور ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ اے خیر کے متلاشی ادھر آ اور اے برائی کے متلاشی برائی کم کر اور ہر رات میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو دوزخ سے نجات دیتا ہے۔

ان احادیث میں یہ جو لکھا ہے کہ شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ان شیاطین کو جو سرکش اور سرغنہ ہوتے ہیں زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے اور ان کی وہ قوت سلب کر لی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بندوں کو بہکانے پر قادر ہوتے ہیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ جملہ دراصل اس بات کی طرف کنایہ ہے کہ ماہِ رمضان میں شیطان لوگوں کو بہکانے سے باز رہتے ہیں اور بندے نہ صرف یہ کہ ان کے وسوسوں اور ان کے اوہام کو قبول نہیں کرتے بلکہ ان کے مکر و فریب کے جال میں پھنستے بھی نہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ روزہ کی وجہ سے انسان کی قوتِ حیوانیہ مغلوب ہو جاتی ہے جو غیظ و غضب اور شہوت کی جڑ ہے اور طرح طرح کے گناہوں کا باعث ہوتی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ رمضان میں دوسرے مہینوں کی نسبت گناہ کم صادر ہوتے ہیں اور عبادات و طاعت میں زیادتی ہوتی ہے

۱۶- دوزخ سے نجات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝

اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر سخت کرے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انھیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

(پ ۲۸۔ تحریم : ۶)

مسلمان کی کامیابی کا دارومدار اس امر پر ہے کہ یوم حساب کے بعد دوزخ کے عذاب سے اسے نجات مل جائے۔ کسی کے دوزخ میں داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کتاب وسنت کی پیروی نہ کرتے ہوئے ایسے اعمال کیے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر انسان کو سزا کے طور پر دوزخ میں پھینک دے گا جو نہایت ہی بُرا ٹھکانہ ہے جس سے بچنے کے بارے میں کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت تاکید فرمائی ہے۔ سزا سے بچ جانے کا واحد طریقہ نیکیوں میں کثرت اور فرضی عبادت کی بجاآوری ہے مگر ان سب فرضی عبادات میں سے روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو دوزخ کے عذاب سے بچانے کا نہایت ہی مؤثر ذریعہ ہے کیونکہ اس کا اجر دوسری عبادات کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے اور دوزخ سے بچانے کے لیے ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جس طرح ایک مضبوط قلعے کی آڑ میں انسان کو خطرات سے پناہ مل جاتی ہے اور قلعہ میں پناہ لینے سے دشمن سے بچنے کی صورت نظر آتی ہے اسی طرح روزہ نیکی کا ایک قلعہ ہے جس سے انسان میں نیکی کا مادہ بڑھتا ہے اور گناہ کی قوت کمزور ہوتی ہے یا بعض اوقات ختم ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں سے فرمایا کہ تم روزہ رکھو اس لیے کہ وہ دوزخ سے بچنے کے لیے اور زمانہ کی مصیبتوں سے بچنے کے لیے ڈھال ہے۔

اس حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ روزہ رکھنے سے انسان بے شمار برائیوں سے بچ کر صالح بن سکتا ہے جس سے خیر و برکت پیدا ہوتی ہے۔ اور دنیا کے رنج و الم سے نجات مل جاتی ہے اور روزہ دار آخرت میں دوزخ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۱۷۔ روزہ گناہوں کا کفارہ ہے

نیک اعمال گناہوں کا کفارہ ہیں۔ انسانی زندگی سراپا آزمائش ہے۔ اگر روزمرہ زندگی میں کسی سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور صدقہ اس گناہ کا کفارہ بن جاتے ہیں یعنی ان نیک اعمال کی وجہ سے گناہ بالکل ختم ہو جاتے ہیں۔

اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ مَنْ يَحْفَظُ حَدِيْثًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ قَالَ حُذَيْفَةُ أَنَا سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ قَالَ لَيْسَ أَسْأَلُ عَنْ هٰذِهِ إِنَّمَا أَسْأَلُ عَنِ الَّتِي تَمُوْجُ

حضرت حذیفہ رض روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث زیادہ کسے یاد ہیں؟ حذیفہؓ بولے میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا کہ انسان کی آزمائش اس کے اہل و عیال، اس کے مال، اور اڑوس پڑوس میں ہوتی ہے۔ نماز، روزہ اور صدقہ اس کے لیے کفارہ ہے۔ عمرؓ نے فرمایا میں یہ نہیں پوچھ رہا، میری مراد تو وہ ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح لہریں مارے۔

كَمَا يَهُوجُ الْبَحْرُ قَالَ وَاِنَّ دُوْنَ ذٰلِكَ بَابًا مُغْلَقًا قَالَ يُفْتَحُ اَوْ يُكْسَرُ قَالَ يُكْسَرُ قَالَ ذَاكَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا يُغْلَقَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ اَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مِنَ الْبَابِ فَسَاَلَهُ فَقَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ اَنَّ دُوْنَ غَدٍ اللَّيْلَةَ ؎

کہا گیا کہ اس کے آگے ایک دروازہ بند ہے پوچھا، کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا ؛ کہا توڑا جائے گا اور پھر قیامت تک بند نہیں ہوگا۔ ہم نے مسروق سے کہا ان سے پوچھو۔ عمرؓ کو معلوم تھا کہ وہ دروازہ کون ہے؟ مسروق نے ان سے پوچھا تو وہ بولے ہاں! انھیں جس طرح کل دن کے بعد رات آنے کا یقین ہے۔

(بخاری شریف)

حضرت اعمشؒ حضرت خیثمہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک رمضان دوسرے رمضان تک اور ایک حج دوسرے حج تک اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک نماز دوسری نماز تک کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے جبکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔ (تنبیہ الغافلین)

۱۸۔ گناہوں کی بخشش

رمضان المبارک بخشش اور مغفرت کا مہینہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہو جاتا ہے کہ جو خلوص نیت سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرے اللہ اسے معاف کر دیتا ہے اس لیے اس ماہ مبارک میں کثرت سے توبہ کرنی چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ معاف کر دے مگر جو شخص رمضان المبارک میں بھی اپنے بُرے اعمال کی بنا پر خداوند تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہے تو یقیناً وہ بدقسمت ہے۔ اس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی حسب ذیل ہے۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ

حضرت کعب بن عجرہ رضؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا
فَلَمَّا ارْتَقٰى دَرَجَةً قَالَ اٰمِيْنَ
فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ
قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ
الثَّالِثَةَ قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا
نَزَلَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ
سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا
مَا كُنَّا نَسْمَعُهٗ - قَالَ اِنَّ
جِبْرِيْلَ عَرَضَ لِيْ فَقَالَ
بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ
فَلَمْ يُغْفَرْ لَهٗ قُلْتُ
اٰمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّانِيَةَ
قَالَ بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ
عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ
قُلْتُ اٰمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ
الثَّالِثَةَ قَالَ بَعُدَ
مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ
الْكِبَرَ اَوْ اَحَدَهُمَا فَلَمْ
يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ
اٰمِيْنَ -

(بخاری شریف)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
منبر کے قریب ہو جاؤ۔ ہم لوگ حاضر ہو گئے۔
جب حضورؐ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک
رکھا تو فرمایا آمین! جب دوسرے پر قدم
رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب تیسرے پر قدم رکھا
تو پھر فرمایا آمین! جب آپؐ خطبہ سے فارغ
ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے
آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی
بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ نے
ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبریلؑ میرے سامنے
آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا)
تو انھوں نے کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص جس نے
رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی
مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا آمین! پھر
جب میں دوسرے درجہ پر پہنچا تو انھوں نے
کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے
آپ کا ذکر مبارک ہوا اور وہ درود نہ بھیجے۔
میں نے کہا آمین! جب میں تیسرے درجہ پر
چڑھا تو انھوں نے کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص
جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں
سے کوئی ایک بڑھاپے کو پائیں اور وہ اس
کو جنت میں داخل نہ کرائیں۔ میں نے
کہا آمین!

اللہ تعالیٰ کے سب سے مقرب فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور انھوں نے آکر آپؐ کے حضور تین باتیں بیان کیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر آمین کہہ کر مستجابیت پر مہر ثبت کردی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان تینوں چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس ارشاد میں کہا گیا ہے کہ اول نمبر پر وہ شخص بدقسمت ہے کہ جس پر رمضان المبارک گزر جائے اور اس کی بخشش نہ ہو۔ یعنی رمضان المبارک رحمتوں اور برکتوں والا ہے اور اس میں اللہ کی رحمت بارش کی طرح برستی ہے لہذا اللہ کی رحمت اور برکت سے مستفید ہونے کے لیے کثرت عبادت کی ضرورت ہے۔ مگر جو شخص عبادت کی بجائے گناہوں اور برائیوں میں مبتلا رہے وہ رمضان المبارک کے فیوض و برکات سے محروم رہے گا اور اس طرح اس کے گناہوں کی مغفرت نہ ہوگی۔ لہذا غور کرنا چاہیئے کہ رمضان سے بڑھ کر مغفرت کے لیے اور کونسا وقت ہوگا تو پھر مغفرت سے محروم شخص کی ہلاکت میں کیا تامل ہے۔

دوسرا وہ شخص بدبخت ہے جس کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے۔ کیونکہ جب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک لیا جائے اس وقت آپ پر درود پڑھنا واجب ہے اور جو شخص آپ پر درود نہ بھیجے وہ بخیل ہے۔ درود پاک کی بہت فضیلت ہے۔ چنانچہ جو شخص ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے۔ اللہ اس پر اپنی رحمتوں کا نزول فرماتا ہے اس کے لیے فرشتے دعا کرتے ہیں۔ اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کے درجات میں بلندی ہوتی ہے۔ آخرت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے۔ اس کے علاوہ درود شریف سے رزق کی تنگی اور فقر دور ہوتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے دربار میں تقرب نصیب ہوتا ہے۔ دشمنوں پر مدد نصیب ہوتی ہے اور دل کی کدورتوں سے صفائی ہوتی ہے۔ لوگ درود پڑھنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔ اسی لیے فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ ایک مرتبہ عمر بھر میں

درود شریف کا پڑھنا عملاً فرض ہے۔

تیسرا وہ شخص بدبخت ہے جس کے بوڑھے والدین میں سے دونوں یا ایک موجود ہوں اور وہ ان کی اس قدر خدمت نہ کرے کہ جس کی وجہ سے جنت کا مستحق ہو سکے والدین کے حقوق کی بھی بہت تاکید کی گئی ہے لہذا مباح امور میں ان کی اطاعت ضروری ہے اس لیے ان کی بے ادبی نہیں کرنی چاہیئے۔ اگرچہ وہ مشرک ہوں۔ اپنی آواز کو ان کی آواز سے اونچی نہ کریں۔ ان کا نام لے کر نہ پکاریں۔ کسی کام میں ان سے پیش قدمی نہ کریں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نرمی کریں۔ اگر قبول نہ کریں تو سلوک کرتا رہے اور ہدایت کی دعا کرتا رہے۔ غرض ہر بات میں ان کا بہت احترام ملحوظ رکھے۔

۱۹۔ قرآن اور روزہ باعثِ شفاعت ہیں

قرآن پاک کو پڑھنا اور پھر اس پر عمل کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا یوم آخرت میں نجات کا ذریعہ بنیں گے لہذا قرآن اور روزہ ہمارے لیے باعثِ شفاعت ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَيْ رَبِّ اِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن کریم بندے کی شفاعت کریں گے روزہ کہے گا خداوندا میں نے اس کو دن میں کھانے اور خواہشات کی تکمیل سے روکے رکھا تھا لہذا اس کے حق میں میری شفاعت کو قبول فرما۔ قرآن کریم کہے گا میں نے اس کو رات میں سونے سے روکے رکھا اس کے حق میں میری شفاعت کو قبول فرما لہذا ان دونوں کی

سے۔ شفاعت کو قبول کیا جائے گا۔ (بیہقی)

بعض اہلِ شرح نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے کہ روزہ جب بارگاہِ رب العزت میں پیش ہوتا ہے تو اس عمل میں روزہ کی یہ سفارش ہوتی ہے کہ اے اللہ! اس بندہ نے تیری خاطر اپنے جسم کو کھانے پینے سے روکے رکھا اور دن بھر بھوکا پیاسا رہا اور اپنی نفسانی خواہشات کو تیرے حکم کا پابند کیے رکھا۔ چنانچہ اس بھوک کو برداشت کرنے اور اپنے آپ کو دوسری خواہشات سے روکے رکھنے کی بنا پر اس حق میں میری شفاعت قبول کر اور اسے نجات دے۔

اسی طرح جو قرآن پڑھا جاتا ہے وہ قرآن بھی اللہ کے حضور پیش ہو کر کہے گا کہ اس بندے نے دن بھر روزہ کے ساتھ تھکا ماندہ ہونے کے باوجود رات کو اس نے میری تلاوت کی پابندی۔ اس لیے وہ قرآن سفارش کرے گا کہ میرے پڑھے جانے کی وجہ سے اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ قیامت کے روز مسلمانوں کے حق میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے تاکہ آپ کی امت کے زیادہ سے زیادہ لوگ بخش دیے جائیں۔ اسی طرح خصوصیت کے ساتھ یہ دونوں نیکیاں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور اس روز مومنین کے حق میں شفیع ثابت ہوں گی بشرطیکہ جنھوں نے روزہ اور قرآن کو خلوصِ نیت سے اپنایا ہو گا۔

۲۰۔ رمضان کی آخری رات کو امتِ مسلمہ کی بخشش

رمضان المبارک کی آخری رات کو روزے رکھنے کا فریضہ پایۂ تکمیل کے مراحل میں داخل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس ماہ کے روزے رکھنے کی وجہ سے امتِ مسلمہ کے گناہ معاف فرما دیتا ہے جو آخرت میں بخشش کا ذریعہ بن جائے گا۔ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ يُغْفَرُ لِاُمَّتِهٖ فِىْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ فِىْ رَمَضَانَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَهِىَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا يُوَفّٰى اَجْرُهٗ اِذَا قَضٰى عَمَلَهٗ ٭

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کی آخری رات کو امت کی بخشش کی جاتی ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا، کیا بخشش کی وہ شب لیلۃ القدر ہے تو آپؐ نے فرمایا نہیں لیکن کام کرنے والے کو جب وہ کام مکمل کر لیتا ہے تو محنت کا حق دیا جاتا ہے۔ (احمد)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے رمضان المبارک میں بڑے خلوص اور محبت سے روزے رکھے اور احکاماتِ خداوندی پر کاربند رہے اور رمضان المبارک میں بہت زیادہ عبادت کی، عام دنوں سے بڑھ چڑھ کر نیکیاں کیں اور ہر طرح کی برائیوں سے بچے۔ ایسے لوگوں کے لیے خوشخبری ہے کہ روزے ختم ہونے سے پہلے یعنی آخری رات تک ان کی بخشش ہو جائے گی۔ اس لیے رسول پاکؐ نے فرمایا ہے کہ یہ ان کی مزدوری کا وقت ہے اور مزدوری کی اجرت سے مراد عنایاتِ خداوندی ہیں۔ اور وہ مغفرت کشائش رزق رحمت کی صورت میں ہوتی ہے۔ چنانچہ مجھ جیسے ناقص العمل گنہگار بلکہ ہر انسان کو چاہیئے کہ ابتدائی روزوں میں وہ بھولا رہے تو آخری روزوں میں اپنے اللہ کو کثرت سے یاد کرے۔ بے راہروی کو چھوڑ کر سرکشی سے توبہ کر جائے اور ہمیشہ کے لیے اللہ کا اطاعت گزار بندہ بن جائے اور ہمیشہ نیکی کی توفیق مانگے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنے جوش پر ہوتی ہے کہ بڑی سے بڑی خطا بھی اللہ کے حضور گریہ زاری سے معاف ہو جاتی ہے۔

رویتِ ہلال

اسلامی عبادات کے سلسلے میں تاریخوں کے تعین کے لیے قمری مہینوں کو منتخب کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ

آپؐ سے نئے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں آپؐ فرما دیں کہ یہ حج اور لوگوں کے لیے وقت کی علامتوں کے لیے ہیں۔ (البقرہ: ۱۸۹)

چاند کا مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا۔ اس لیے چاند کو دیکھ کر مہینے کے آغاز کا پتہ چلتا ہے اور اس کے دیکھنے کو رویتِ ہلال کہتے ہیں۔ ہر قمری مہینے کے آغاز میں مسلمانوں میں چاند کو دیکھنا سعادت سمجھا جاتا ہے

چاند کو غروب آفتاب کے وقت دیکھا جاتا ہے اگر چاند نظر آجائے تو اگلے روز پہلی تاریخ شمار کی جاتی ہے کیونکہ قمری مہینہ جب ۲۹ دن یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے تو چاند طلوع ہو جاتا ہے۔ اور اگر دن کے وقت چاند نظر آجائے اور ایسا کبھی کبھار ہو جاتا ہے تو وہ چاند آنے والی رات کا شمار ہو گا اور اگلے دن پہلی تاریخ ہو گی۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ ؕ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر فرمایا تو کہا جب تک چاند نہ دیکھو روزہ نہ رکھو اور نہ ہی افطار کرو یہاں تک کہ چاند دیکھ لو۔ اگر مطلع ابر آلود ہو تو حساب کر لو یعنی تیس دن پورے کرو۔ (بخاری شریف)

چاند کو خود دیکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ رسول اکرمؐ بذاتِ خود چاند دیکھتے۔ جب آپؐ چاند دیکھ لیتے تو مسجدِ نبوی میں روزہ رکھنے کا اعلان کر دیا جاتا اور ایسے ہی جب عید ہوتی تو عید کا چاند دیکھنے کے بعد عید کا اعلان کر دیا جاتا۔ مسجدِ نبوی کا اعلان مدینۃ النبی اور ارد گرد کے علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے بطورِ حکم قابلِ عمل ہوتا۔

چاند دیکھنے کا بہت زیادہ ثواب ہے مگر بہت سے لوگ اس طرف توجہ نہیں دیتے بلکہ دنیاوی اشتغال میں اتنے مصروف رہتے ہیں کہ چاند دیکھنے کی اہمیت کو نہیں پہچانتے۔ نیک اور اہلِ تقویٰ لوگ چاند دیکھنے کی طرف پوری توجہ دیتے ہیں کیونکہ چاند دیکھ کر روزہ رکھنا متابعتِ سنتِ رسول بھی ہے اور چاند دیکھ کر امن اور سلامتی کی دعا مانگنی چاہیئے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیا چاند دیکھتے تو دعائیہ کلمات اس طرح کہتے:

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ۔	خداوندا! امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ ہم پر چاند کو نکال دے۔ اے چاند تمہارا اور ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے (ترمذی)

آج کل رویتِ ہلال کے سلسلے میں ان شرعی طریقوں کی جگہ رویتِ ہلال بذریعہ کمیٹی نے لے لی ہے۔ یعنی رمضان کا چاند ہونے یا نہ ہونے کی تمام تر ذمہ داری ملک کے سربراہ کے ذمے ہے۔ وہ رویتِ ہلال کمیٹی کے ذریعے تمام ملک میں اعلان کرا دیتا ہے جس پہ رعایا عمل کر لیتی ہے۔

نیّتِ روزہ

ہر عمل کے لیے نیت ضروری ہے کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ کوئی عبادت بھی نیت کے بغیر پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتی۔ چنانچہ اسلامی عبادات کے لیے نیت کرنا ضروری ہے۔ روزہ رکھنے کے لیے نیت شرط ہے جس طرح کہ نماز، زکوٰۃ اور حج کی نیت کی جاتی ہے

۱۔ رمضان المبارک کے ہر روزے کی نیت رات سے کی جائے اور سحری کا وقت ختم ہونے سے پہلے تک بھی کی جا سکتی ہے۔ یعنی نیت کا وقت غروبِ آفتاب کے بعد سحری کا وقت ختم ہونے سے پہلے تک ہے۔ اس دوران جب بھی چاہیں نیت کر لیں روزہ ہو جائے گا۔

عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صِيَامَ لِمَنْ لَمْ يَفْرِضْهُ مِنَ اللَّيْلِ ۞	حضرت حفصہ رضؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے رات سے نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں ہوتا (ابن ماجہ)

۲۔ نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔ زبان سے کہنا شرط نہیں۔ مگر زبان سے کہہ لینا مستحب ہے۔ اگر رات میں روزۂ رمضان کی نیت کریں تو یوں کہیں:

وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ ۞	میں نے ماہ رمضان کے کل کے روزے کی نیت کی۔

۳۔ اگر دن کو نیت کی جائے تو اس کے الفاظ یہ ہیں:

نَوَيْتُ اَنْ اَصُوْمَ هٰذَا الْيَوْمَ لِلّٰهِ تَعَالٰى ۞	میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے آج دن کا روزہ رکھنے کی نیت کی۔

مستحب اور افضل یہ ہے کہ نیت رات کو یا سحری کھاتے وقت اور طلوعِ فجر سے پہلے کی جائے۔

۴۔ اگر آپ نے یوں نیت کی کہ کل کہیں دعوت ہوئی تو روزہ نہیں، اور اگر نہ ہوئی تو روزہ ہے۔ یہ نیت صحیح نہیں۔ بہرحال آپ روزہ دار نہ ہوں گے۔ (عالمگیری)

۵۔ آپ نے اگر رات میں روزہ کی نیت تو کی مگر پھر رات ہی پکا ارادہ کر ڈالا کہ روزہ نہیں رکھوں گا۔ تو اب وہ آپ کی ہوئی نیت جاتی رہی۔ اگر نئی نیت نہ کی اور دن بھر بھوکے پیاسے بھی رہے اور جماع سے بھی بچ کر رہے تب بھی روزہ نہ ہوا۔ (دُرِ مختار)

۶۔ غروبِ آفتاب کے بعد سے لے کر کسی وقت میں بھی نیت کی، پھر اس کے بعد رات ہی میں کھایا پیا تو نیت نہ ٹوٹی، وہی پہلے والی نیت کافی ہے۔ پھر سے نیت کرنا ضروری نہیں۔ (جوہرہ)

۷۔ ماہِ رمضان کے دن میں نہ روزہ کی نیت کی نہ ہی یہ کہا کہ روزہ نہیں، اگرچہ معلوم ہے کہ یہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے تو روزہ نہ ہوگا۔ (عالمگیری)

۸۔ روزے کے دوران توڑنے کی صرف نیت کر لینے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، جب تک توڑنے والی کوئی چیز نہ کرے۔ یعنی صرف یہ نیت کر لی کہ بس اب میں روزہ توڑ ڈالتا ہوں۔ تو اس طرح اس وقت تک روزہ نہیں ٹوٹے گا جب تک حلق کے نیچے کوئی چیز نہ اتاریں گے۔ یا کوئی ایسا فعل نہ کر گزریں گے جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہو۔

۹۔ نفل روزہ نیت کرنے سے واجب ہو جاتا ہے۔ پس اگر صبح کی نیت کی کہ آج میرا روزہ ہے پھر اس کے بعد توڑ دیا تو اب اس کی قضا دے۔ (ہدایہ)

۱۰۔ کسی نے رات کو ارادہ کیا کہ میں کل روزہ رکھوں گا لیکن پھر صبح ہونے سے پہلے ارادہ بدل گیا اور روزہ نہیں رکھا تو قضا واجب نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری)

سحری

رات کے پچھلے پہر نمازِ فجر کی اذان سے قبل روزہ رکھنے کی نیت سے کھانے پینے کو سحری کہا جاتا ہے۔ صبح ہونے سے ذرا پہلے وقت کو سحر کہا جاتا ہے۔ اسی نسبت سے قبل از صبح کے کھانے کو سحری کہا گیا ہے۔ یہ وقت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے کیونکہ اس وقت میں اللہ کے خاص بندے اسے یاد کرتے ہیں۔ اس کے حضور سجدہ ریزی کرتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں التجائیں کرتے ہیں اس لیے سحری کے لیے اس وقت کو منتخب کیا گیا ہے۔ یہ وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت پسند تھا۔ آپ اس وقت میں نماز تہجد ادا کیا کرتے تھے۔ جب روزے فرض ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کھانے پینے کی اجازت عطا فرمادی۔ جو سحری کے نام سے منسوب ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کچھ نہ کچھ ضرور تناول فرماتے تھے اسی وجہ سے سحری کے وقت ہمارے لیے روزہ کی نیت سے کھانا پینا سنت قرار پایا ہے۔

قرآن میں سحری کی آیت کا نزول

قرآن پاک میں سحری کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ج ﴿البقرہ: ۱۸۷﴾

اور تم کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے ظاہر ہو جائے پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔

اس آیت مبارکہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سحری کھانے کی اجازت دی اور اس کا وقت صبح صادق میں سفیدی ظاہر ہونے تک مقرر کیا۔ کیونکہ صبح ہونے سے پہلے صبح کی سفیدی مشرق میں ایک باریک دھاگے کی مانند نمودار ہوتی ہے

اس دھاری دار سفیدی کے ظاہر ہونے سے رات کی سیاہی بھی دھاری کی طرح دکھائی دیتی ہے۔ سفید دھاری ظاہر ہونے کا مطلب رات کی سیاہی سے روشنی کا ظاہر ہونا ہے جسے پو پھٹنا بھی کہا جاتا ہے۔ لہٰذا پو پھٹنے یعنی اذان سے پہلے صبح صادق تک کھانے پینے کی اجازت ہے۔

فضائلِ سحری سحری کرنا بڑی فضیلت والا کام ہے اس کی فضیلت کے بارے میں حسبِ ذیل احادیث مبارکہ وارد ہیں:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً ۞

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ (بخاری شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جماعت میں، ثرید میں اور سحری کھانے میں برکت ہے۔ یعنی یہ تینوں چیزیں باعثِ برکت ہیں۔ (طبرانی)

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَيْكُمْ بِغَدَاءِ السُّحُوْرِ فَاِنَّهُ هُوَ الْغَدَاءُ الْمُبَارَكُ ۞

سیدنا حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، صبح کا کھانا اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ صبح کا کھانا مبارک ہے (نسائی شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سحری کے وقت کھانا پورے کا پورا خیر ہے لہٰذا اسے مت چھوڑو، اگرچہ ایک پانی کا گھونٹ ہی کیوں نہ پی لو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔ (مسند امام احمد)

سحری کا افضل طریقہ سحری کے وقت کھانا کھانا فرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سحری کے وقت

کھانا کھایا کرتے تھے اس لیے آپؐ کی پیروی میں ہر مسلمان کے لیے بہتر ہے کہ وہ سحری کرے۔ اگر کوئی ارادۃً سحری کو روزہ کا حصہ سمجھ کر نہیں کھاتا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کے خلاف ہے۔

سحری کے وقت روزہ رکھنے کے لیے میانہ روی سے کھانا چاہیئے۔ نہ تو اتنا ٹھونس کر کھایا جائے کہ سارا دن طبیعت بوجھل رہے اور نہ ہی اتنا کم کھائے کہ شدتِ بھوک کے باعث اس کے لیے روزہ نبھانا مشکل ہو جائے۔ اگر سحری کے وقت کچھ کھانے کو دل نہیں چاہتا تو کھجور یا پانی پی لیا جائے تو بھی سحری کا ثواب مل جائے گا۔ کیونکہ اس طرح سنتِ نبوی پوری ہو جاتی ہے۔

سحری کا مسنون وقت

سحری کھانے کا مسنون وقت رات کا پچھلا پہر ہے جس کے تقویمی طور پر اوقات مقرر ہو چکے ہیں۔ جو وقت پہلے وقتوں میں تھی وہ اب نہیں ہے لہذا اذان سے پہلے تک سحری کھا سکتے ہیں۔ احادیث میں اس بات کو پسند کیا گیا ہے کہ جب سحری کا وقت ختم ہونے میں ابھی کچھ وقت باقی ہو تو اس وقت سحری کھانا مناسب ہے

عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ قُلْتُ کَمْ کَانَ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالسُّحُوْرِ قَالَ قَدْرَ خَمْسِیْنَ اٰیَةً ؏

حضرت زید بن ثابتؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی۔ پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ انسؓ کہتے ہیں میں نے دریافت کیا اذان اور سحری میں کتنا وقفہ ہوتا تھا؟ کہا کہ پچاس آیات کے پڑھنے کے برابر۔

(بخاری شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سحری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کے وقت کھجوریں تناول فرمائیں۔ اس کے متعلق حدیث مبارک یہ ہے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ ذٰلِكَ عِنْدَ السُّحُوْرِ يَا اَنَسُ اِنِّىْ اُرِيْدُ الصِّيَامَ اَطْعِمْنِىْ شَيْئًا فَاَتَيْتُهٗ بِتَمْرٍ وَّاِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ ؕ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کے وقت مجھ سے فرمایا اے انسؓ! میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں اور مجھے کچھ کھلاؤ۔ میں نے کھجور اور پانی کا ایک برتن حاضر خدمت کیا۔ (ابوداؤد)

کھجور میں انسان کے جسم کے لیے تمام غذائی ضروریات پوری کرنے کی صلاحیت ہے۔ لہذا اگر کوئی اور غذا نہ مل سکے یا سنتِ رسول کی پیروی میں کھجور ہی سے سحری کی جائے تو یہ انسانی قوت کے لیے کافی ہوں گی۔ اور اس کی افادیت کے پیشِ نظر ہی اسے سحری کے لیے بہترین قرار دیا گیا ہے۔

صوفیاء سحری کے وقت نہایت ہی قلیل غذا استعمال کرتے ہیں، کیونکہ عوام الناس ان کے تقوے تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور کئی صوفیاء تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی پر عمل کرتے ہیں کہ جس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ مومن کے لیے بہترین سحری کھجور ہے۔

آٹھ پہر کا روزہ

اگر رات کو سحری کھانے کے لیے آنکھ نہ کھلے۔ سب کے سب سوئے رہیں تو بغیر سحری کھائے آٹھ پہر کا روزہ رکھ لیا جائے اور روزہ کی نیت کر لی جائے تو اس طرح بھی روزہ ہو جائے گا لیکن اس طرح سحری چھوٹ جانے سے روزہ چھوڑ دینا اچھی بات نہیں بلکہ روزہ چھوڑنا کم ہمتی کی دلیل ہے لہذا بحالتِ مجبوری آٹھ پہر کا روزہ رکھنے کی بھی گنجائش ہے اگر اس طرح روزہ نہ رکھا تو روزہ چھوڑنے کی قضا لازم آئے گی۔

یاد رہے کہ سحری روزہ کی ضروری شرائط میں سے نہیں ہے۔ سحری کھانے کے بغیر بھی روزہ ہو جاتا ہے لیکن یہ ایک عظیم سنت ہے لہذا اسے چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔

افطاری

روزہ کھولنے کو افطار کہا جاتا ہے۔ سحری کے وقت روزہ رکھ کر کھانے پینے کی جو پابندی لگتی ہے وہ شام کے وقت ختم ہو جاتی ہے۔ اس پابندی کے اٹھ جانے کو افطار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ؕ — پھر روزے کو رات تک پورا کرو (البقرہ: ۱۸۷)

اسلام میں روزے کو افطار کرنے کا مسنون وقت غروبِ آفتاب ہے اس کے متعلق حدیث پاک یہ ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَ الَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ ؕ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات اِس طرف سے آئے اور دن اُس طرف چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کے افطار کا وقت ہو گیا۔ (بخاری شریف)

اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جب سورج غروب ہو جائے اور مشرق کی جانب سے رات کی تاریکی چھانا شروع ہو جائے تو وہ اس بات کی علامت ہے کہ روزہ افطار کرنے کا وقت ہو گیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میرے طریقہ پر رہے گی جب تک افطار میں ستاروں کا انتظار نہ کرنے گی لہذا افطاری میں اتنا انتظار کرنا کہ خوب ستارے نکل آئیں جائز نہیں ہے۔ مستحب وقت یہی ہے کہ غروب ہونے کے بعد روزہ افطار کیا جائے۔

افطاری کی مسنون اشیاء

رزقِ حلال سے جو میسر ہو اس سے روزہ افطار کیا جائے مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ روزہ کھجور یا پانی سے افطار کیا جائے۔ اور آپؐ کا بھی یہی طریقہ تھا کہ آپؐ تازہ کھجور سے افطار کرتے۔ اگر کھجور نہ ملتی تو چھوہاروں سے روزہ افطار کر لیتے۔ اور اگر اتفاق سے وہ بھی نہ ملتے تو پانی کے ایک دو گھونٹ پی کر روزہ افطار فرماتے۔

عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى الْمَاءِ فَإِنَّهُ طَهُوْرٌ ؏

حضرت سلمان بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو کھجور سے کرے اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے۔ کیونکہ یہ ایک پاک شے ہے۔

(ابن ماجہ)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَّجَدَ تَمْرًا فَلْيُفْطِرْ عَلَيْهِ وَمَنْ لَّا فَلْيُفْطِرْ عَلَى مَاءٍ فَإِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ ؏

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کھجور پائے اس سے افطار کرے اور جسے نہ ملے پانی سے افطار کرے۔ کیونکہ پانی پاک کرنے والا ہے۔

(ترمذی)

روزہ افطار کرتے وقت اس امر کا خاص خیال رکھیں کہ جس چیز سے بھی روزہ افطار کیا جائے وہ رزقِ حلال سے ہو۔ اللہ کے خاص اور نیک بندے اس بات کا ضرور خیال کرتے ہیں کہ وہ روزہ اس چیز سے ہی کھولتے ہیں جس پر انھیں پورا بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ حلال کمائی سے ہے۔ اسی لیے مساجد میں لوگوں کے افطار کے لیے بھیجی ہوئی اشیاء سے صوفیاء ہمیشہ گریز کرتے ہیں۔

کہ کیا معلوم وہ حلال کمائی سے ہے کہ نہیں۔ اس لیے میرے خیال کے مطابق روزہ اپنی نیک کمائی سے خریدی ہوئی چیز سے افطار کرنا چاہیئے اور نیک کمائی ہی سے دوسروں کا روزہ بھی افطار کرانا چاہیئے۔

روزہ افطار کرنے کا بہترین مقام تو مسجد ہے۔ اگر مسجد میں روزہ نہ کھولے تو جس جگہ پر افطاری کا وقت آجائے افطار کرے۔ افطار کے سلسلے میں مساجد میں روزہ داروں کی افطاری کے لیے کھانے پینے کی اشیاء بھیجنا عین ثواب ہے

افطار کی دُعا

افطار کرتے وقت دعا مانگنی چاہیئے۔ دعا دراصل اللہ کی دی ہوئی طاقت سے روزہ پورا ہوتے پر ایک قسم کا شکرانہ ہے۔ سحری سے لے کر افطار کے وقت تک کچھ نہ کھائیں پئیں تو روزہ مکمل ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی اگر اللہ کی یاد کی جائے اور ان تمام لوازمات کو پورا کیا جائے جو عبادت کے لیے ضروری ہوتے ہیں تو اس طرح سے روزہ کے اجر میں اضافہ ہو جائے گا۔ اگر اللہ کی یاد میں کوتاہی کی جائے گی روزہ تو پورا ہو جائے گا لیکن روزے کے اجر اور قدر و منزلت میں فرق آجائے گا۔ پھر جب روزے کے افطار کا وقت ہو جاتا ہے تو اس وقت بھی اگر اللہ کا نام لے کر پاک رزق سے روزہ افطار کیا جائے تو اللہ کی ذات اپنے بندوں پر از حد خوش ہو جاتی ہے۔

دعا ایک ایسی عبادت ہے جو رب العزت کو بہت ہی مقبول ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تعلیم دی ہے کہ عبادت کے بعد دعا کو شامل کیا جائے تاکہ عبادت کی قدر و قیمت زیادہ ہو جائے۔ روزہ افطار کرتے وقت اور بعد کی دعائیں یہ ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

(۱) حضرت معاذ بن زہرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار کرتے تو فرماتے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ ۔

اے اللہ! تیرے ہی لیے میں نے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا۔ (ابوداؤد)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تو فرماتے ؛

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی ؛

پیاس جاتی رہی اور رگیں تر ہوگئیں اور اجر ثابت ہوا انشاء اللہ تعالیٰ ۔ (ابوداؤد)

(۳) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعَانَنِیْ فَصُمْتُ وَ رَزَقَنِیْ فَاَفْطَرْتُ ؛

حمد ہے اللہ ہی کے لیے جس نے میری مدد کی تو میں نے روزہ رکھا اور مجھ کو رزق دیا تو میں نے افطار کیا ۔

(۴) اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ؛

اے اللہ! میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا ۔ پس میری طرف سے قبول فرما بے شک تو سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے ۔

روزہ افطار کرنے وقت ان دعاؤں میں سے جو دعا چاہے پڑھ لے لیکن افطاری کے وقت روزہ دار عموماً یہ دعا پڑھتے ہیں : اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ ؛

روزہ افطار کرانے کا اجر

روزہ افطار کرانے والے کے لیے بھی اتنا ہی اجر ہے جتنا کہ روزہ رکھنے والے کے لیے ہے ۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهِمْ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا ؛

حضرت زید بن خالد الجہنی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی کو روزہ افطار کرایا تو اس کو روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا اور اس کا ثواب بھی کم نہ کیا جائے گا ۔ (ابن ماجہ)

یہی بات بیہقی میں حضرت زید بن خالدؓ سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے یا کسی غازی کے لیے سامانِ جہاد فراہم کرے تو اس کے لیے ویسا ہی اجر ہے جیسا کہ اس روزہ دار کو روزہ رکھنے کا اور غازی کو جہاد کرنے کا اجر ملے گا۔ (بیہقی)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِؓ قَالَ اَفْطَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَقَالَ اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ۔

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کے پاس روزہ افطار کیا اور فرمایا، روزہ دار تمہارے ہاں روزہ افطار کریں، نیک لوگ کھانا کھائیں اور فرشتے تم پر رحمت بھیجیں۔ (ابن ماجہ)

افطار کراتے وقت انسان کی نیت کا راست ہونا ضروری ہے کہ افطاری صرف رضائے الٰہی کی خاطر کرائی جائے۔ افطاری کا کسی پر احسان نہیں ہونا چاہیئے۔ اور افطاری کے وقت جتنے روزہ داروں کی افطاری کا اہتمام کیا گیا ہے ان سب کو ایک جیسا طعام دیا جائے اور کوئی امتیازی حیثیت قائم نہ کی جائے۔ افطاری کے لیے کسی بھی روزہ دار کو خواہ کتنی ہی تھوڑی چیز کیوں نہ دی جائے اس کا ثواب ضرور ملتا ہے مگر افطاری کے لیے کسی غرض مند کا پیٹ بھر کر طعام کا بندوبست کرنا اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت مقبول ہے مگر اسراف سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ پھر افطاری کراتے وقت نفس کی ریاکاری کو دبایا جائے اور صرف اللہ کی رضا کو مدنظر رکھا جائے۔ لہٰذا جن حضرات کو اللہ نے توفیق دی ہوا نھیں یہ ثواب حاصل کرنے سے محروم نہیں رہنا چاہیئے۔

آدابِ روزہ

روزہ کا ادب یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی حالت کو ضبط میں رکھا جائے۔ اور جسمانی اعضاء اور نفس کو گناہ والے کاموں سے روکا جائے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو زندگی کے ہر شعبے میں بیشمار آداب بجالانے کا درس دیا ہے۔ کیونکہ آدابِ زندگی کو ملحوظِ خاطر رکھنا بہت بڑی معراج ہے۔ جس طرح معاشرتی زندگی میں رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، بولنے، کھانے پینے اور سونے، گویا کہ ہر شعبہ کے کچھ نہ کچھ آداب ہیں۔ ایسے ہی اسلامی عبادات کے بھی آداب ہیں۔ لہٰذا عبادت خواہ بدنی ہو یا مالی، اسے ادب و احترام کے ساتھ ہی سرانجام دینا چاہیئے۔ یہ آداب دراصل انسان میں اعلیٰ انسانیت پیدا کرنے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔ چنانچہ روزہ رکھ کر روزہ دار کو چاہیئے کہ وہ روزہ ان لوازمات کے ساتھ پورا کرے جو بارگاہِ ربّ العزت میں شرفِ قبولیت کا درجہ رکھتے ہیں۔

روزے کا سب سے بڑا ادب تو یہ ہے کہ روزہ میں اپنے تمام اعضاء کو کھانے پینے اور جماع سے روکنے کے ساتھ ہر قسم کی بُری حرکات اور ناشائستہ امور سے بچایا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اِذَا صُمْتَ فَلْيَصُمْ سَمْعُكَ وَبَصَرُكَ وَلِسَانُكَ وَ كُلُّ عُضْوٍ مِّنْكَ ؎	جب تو روزہ رکھے تو اپنے کان، آنکھ اور زبان کا بھی روزہ رکھ اور تیرا ہر عضو روزہ رکھے۔

بصری گناہوں سے بچنا

روزے کے بنیادی آداب میں سے ہے کہ انسان اپنے آپ کو بصری گناہوں سے بچائے انسانی آنکھ کا گناہ یہ ہے کہ وہ دنیاوی گناہوں کو دیکھ کر ان میں رغبت دلاتی ہے

بُری نظر سے عورت یا کسی اور کو دیکھنا اچھا نہیں اور خاص کر روزہ رکھ کر عورتوں کو دیکھتے پھرنا بہت ہی بُرا ہے اور اس طرح روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی روزہ دار کو چاہیئے کہ فلم نہ دیکھے اور نہ عریاں تصویریں دیکھے۔ ناچ گانا اور دوسری بُری حرکات نہ دیکھے۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ روزے کا پہلا ادب یہ ہے کہ تو آنکھ کو ہر اس چیز سے بچائے جو غیر اللہ کی طرف رغبت دلانے والی ہو۔ بالخصوص ایسی چیز سے جو شہوت انگیز ہو۔ کیونکہ ارشاد نبویؐ ہے کہ آنکھ شیطانوں کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے اور جو کوئی خوفِ الٰہی سے اس سے دور رہتا ہے اسے وہ خلعتِ ایمانی عطا کیا جاتا ہے جس کی حلاوت اس کا دل ہی محسوس کر سکتا ہے (یعنی اس کی خوبی بیان سے باہر ہے)

جھوٹ اور فحش کلامی سے بچنا

روزے کا دوسرا ادب یہ ہے کہ زبان کو ہر قسم کے گناہوں سے بچایا جائے

یعنی زبان سے جو گناہ ہو سکتے ہیں ان سے بچے۔ نہ زبان سے انسان بیہودہ باتیں نہ کرے بلکہ زبان کو یادِ الٰہی میں اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رکھے۔ زبان سے جھوٹی اور لغو باتیں نہ کرے اور زبان کو گالی دینے سے بچائے۔ بعض مالک اپنے نوکروں کو، حاکم اپنی رعایا کو، افسر اپنے ماتحتوں کو، استاد اپنے طالب علموں کو، ماں باپ اپنی اولاد کو، بے تکلف دوست اپنے دوستوں کو خواہ مخواہ گالیاں دینے کے عادی ہوتے ہیں بلکہ ان کے کلام کا آغاز گالی سے ہوتا ہے۔ عام حالات میں بھی اور خاص کر روزہ میں ایسا کرنا بالکل خلافِ شرع ہے۔ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک یہ ہے:۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ صَائِمًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو بیہودہ باتیں نہ

فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَجْھَلْ فَاِنِ امْرُءٌ قَاتَلَهٗ اَوْشَاتَمَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ اِنِّیْ صَائِمٌ۔

بکے۔ اور نہ جاہلانہ کام کرے۔ اگر کوئی اس سے لڑے یا گالیاں دے تو کہہ دینا چاہیئے کہ میں روزہ دار ہوں۔ میں روزہ دار ہوں۔
(ابوداؤد)

روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا نہایت ہی قابلِ افسوس ہے۔ یہ کہاں کا دستور ہے کہ بندہ حاکم کو حاکم بھی مانے مگر اس کے حکم پر عمل بھی نہ کرے۔ روزہ اور جھوٹ دو متضاد چیزیں ہیں۔ جھوٹ کا خاتمہ تو ہم نے روزہ سے حاصل کرنا ہوتا ہے اگر روزہ رکھ کر بھی جھوٹ بولا جائے تو پھر روزہ رکھنے سے کیا حاصل، زبان میں جھوٹ کی بجائے صداقت پیدا کرنی چاہیئے۔ پھر دیکھیئے روزے سے انسان کو کتنا سکونِ قلبی میسر آتا ہے۔

غیبت سے بچنا

روزہ رکھ کر کسی کی غیبت بالکل نہ کرنی چاہیئے کیونکہ یہ فساد کی جڑ ہے۔ لیکن اکثر عورتوں کو غیبت کا مرض ہوتا ہے اور وہ روزہ رکھ کر غیبت کرتی ہیں۔ بہر حال غیبت روزہ کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلَیْنِ صَلَّیَا صَلٰوۃَ الظُّھْرِ اَوِالْعَصْرِ وَکَانَا صَائِمَیْنِ فَلَمَّا قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوۃَ قَالَ اَعِیْدَا وُضُوْءَکُمَا وَصَلٰوتَکُمَا وَامْضِیَا فِیْ صَوْمِکُمَا وَاقْضِیَاهُ یَوْمًا اٰخَرَ قَالَا لِمَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ اغْتَبْتُمْ فُلَانًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی۔ اور دونوں روزہ دار تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا، اپنا وضو اور اپنی نماز دہراؤ اور اپنے اس روزے کے بدلے کسی اور دن روزہ رکھنا۔ وہ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ! یہ کیوں؟ فرمایا کہ تم نے فلاں کی غیبت کی ہے۔
(بیہقی)

بُری باتیں سننے سے بچنا روزہ رکھنے کا ایک اور ادب یہ بھی ہے کہ کان کو بری اور فضول باتوں کے سننے سے محفوظ رکھا جائے کیونکہ بُری باتیں سننے کا دل پر گہرا اثر ہوتا ہے جس سے انسانی خیالات میں گناہوں کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔ روزہ دار کے لیے ضروری ہے کہ غیبت نہ سُنے، جھوٹی باتیں، لطیفے، گانے اور فحش باتیں نہ سنے کیونکہ شریعت میں جن باتوں کا کہنا جائز نہیں انھیں سننا بھی جائز نہیں۔ چنانچہ بری باتوں کے سننے سے بھی اتنا ہی گناہ ہوتا ہے جتنا کہنے سے ہوتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُبَلِّغُنِیْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِیْ عَنْ اَحَدٍ شَیْئًا فَاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اُخْرُجَ اِلَیْکُمْ وَاَنَا سَلِیْمُ الصَّدْرِ ؕ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مجھے میرے کسی صحابی کی شکایت نہ پہنچائے کیونکہ میں پسند کرتا ہوں کہ تمھارے پاس سے صاف سینہ لے کر جاؤں۔ (ابوداؤد)

اس حدیث پاک سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی بُری بات سننے کو بھی بہت ناپسند کیا ہے۔

حضرت امام غزالی رحؒ نے فرمایا ہے کہ کانوں کو ایسی باتوں کے سننے سے بچائے جن کا سننا جائز نہیں۔ کیونکہ جن باتوں کا کہنا جائز نہیں ان کا سننا بھی جائز نہیں اور سننے والا کہنے والے کا برابر کا شریک ہوتا ہے اور غیبت و دروغ کے گناہ میں اس کا حصہ دار ہوتا ہے۔

دل کو بُرے خیالات سے پاکیزہ رکھنا روزے کا ایک اور ادب یہ ہے کہ دل ہر قسم کے بُرے اور گندے خیالات سے پاک رہے کیونکہ دل کی حفاظت از حد ضروری ہے کیونکہ روزہ کا زیادہ دخل تو دل ہی کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ

خالق آنکھوں اور دل کے پوشیدہ رازوں کو جانتا ہے بلکہ میرے خیال کے مطابق روزے کا سارا تعلق ہی انسانی دل سے وابستہ ہے لہٰذا دل میں ہر طرح سے خلوص ہونا چاہیئے بلکہ خوفِ خدا ہونا نہایت ضروری ہے۔

جسم کے ہر عضو کو گناہ سے محفوظ رکھنا

جسم کے ہر عضو یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ کا یہی روزہ ہے کہ ان سے کوئی بھی خلافِ شرع فعل سرزد نہ ہو۔ چنانچہ روزہ دار کا ہر فعل دیانت اور صداقت کا نمونہ ہونا چاہیئے۔ زندگی کے معاملات اور لین دین میں ایمانداری سے اپنے فرائض سرانجام دے مگر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگوں نے روزہ بھی رکھا ہوتا ہے لیکن دیانت اور ایمانداری کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے۔ تاجر لوگ اور کارخانہ دار ناپ تول میں کمی کر دیتے ہیں یا کسی خالص میں ناخالص کی ملاوٹ کر لیتے ہیں یا کوالٹی (جنس) میں فرق ڈال لیتے ہیں اور گوالے دودھ میں پانی ڈال لیتے ہیں تو ایسا روزہ رکھنے سے انسان کو کیا حاصل ہوگا کیونکہ اس نے روزہ رکھ کر اسلام کے معاملاتی احکامات کو مدنظر نہیں رکھا اور روزہ میں بددیانتی سے کام لیا۔ اگر کوئی ایسے روزہ دار کو سمجھانے کی کوشش بھی کرے تو وہ جواب دیتا ہے کہ روزہ اپنی جگہ اور کاروبار اپنی جگہ۔ میں اپنی روٹی نہ کماؤں مگر وہ نادان اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے حلال اور ایمانداری سے رزق کمانے کا حکم دیا ہے مگر وہ روزہ رکھ کر بھی امانت اور صداقت سے کام نہیں لیتا اور اپنے پیٹ کو دوزخ سے بھرنے پر تلا ہوا ہے۔ تو جب اس طرح سے روزے رکھنے کے ساتھ اسلام کے دوسرے تقاضوں کو پورا نہیں کیا جاتا تو پھر روزہ سے کیا مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔

روزہ توڑنے والے امور

جن کاموں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے انھیں مفسدات صوم کہا جاتا ہے۔ یوں تو ہر روزہ دار کو علم ہوتا ہے کہ قصداً کھانے پینے اور جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ روزہ تو اسی کا نام ہے کہ سحری سے لے کر افطاری تک لیتے آپ کو خوراک اور جماع سے روکا جائے۔ پس جان لیں کہ جو روزہ دار نیتًا روزہ رکھنے کے بعد قصداً کھائے پیئے گا یا اپنی بیوی سے جماع کرے گا اس کا روزہ جاتا رہے گا۔ نہ صرف روزہ ہی جاتا رہے گا بلکہ ایسا کرنے سے وہ گناہ کا مرتکب ہوگا جس کا کفارہ لازم ہے۔

روزہ رکھ کر بلا کسی شرعی عذر اور مجبوری کے قصداً روزہ توڑ دینا نادانی اور بیوقوفی ہے اور جو ایسا کرے، سمجھ لیں کہ اس میں ایمان کی پختگی نہیں۔ اہل تقویٰ اور صوفیاء کا تو یہی طرز عمل رہا ہے کہ انھوں نے جان دینا قبول کر لیا لیکن کسی حال میں بھی روزہ توڑنا گوارا نہیں کیا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ فِیْ غَیْرِ رُخْصَۃٍ رَخَّصَھَا اللّٰہُ لَہٗ لَمْ یَقْضِ عَنْہُ صِیَامُ الدَّھْرِ۔

حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی شرعی رعایت کے بغیر رمضان المبارک کا ایک روزہ بھی ترک کر دے تو پھر عمر بھر کے روزے بھی اس کمی کا ازالہ نہیں کر سکتے۔

(ابوداؤد)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جس نے رمضان کا ایک روزہ بھی بغیر شرعی عذر کے نہ رکھا تو پھر وہ خواہ عمر بھر کے روزے رکھتا رہے تو بھی اس روزے کی

کمی کو پورا نہیں کر سکتے ۔ یعنی وہ فضیلت جو رمضان میں روزہ رکھنے کی تھی، کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتی۔ تو جب جان بوجھ کر روزہ نہ رکھنے پر یہ وعید ہے تو روزہ رکھ کر توڑ دینا اس سے بدرجہا بڑا ہے۔ قصدًا کھانے پینے کے علاوہ بہت سی ایسی صورتیں بھی ہو جاتی ہیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور وہ صورتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حقہ اور سگریٹ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حقہ سگریٹ اور تمباکو نوشی سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن شرعًا حقہ اور سگریٹ کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ طالبانِ حق و صداقت کے لیے ان اشیاء کا استعمال تو ویسے بھی عام حالات میں اچھا نہیں ہے۔ چہ جائیکہ روزہ رکھ کر ایسا کیا جائے۔

۲۔ پان یا ذائقہ دار چیز

پان یا کوئی اور ذائقہ دار چیز اگرچہ خوراک نہ ہو بعض لوگوں کے منہ میں ڈالے رکھنے کی عادت ہوتی ہے۔ اس طرح پان یا کوئی اور چیز جو منہ میں ڈالی رہے عمومًا اس کے ذرات حلق میں چلے جاتے ہیں اس لیے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا روزہ رکھ کر پان وغیرہ منہ میں نہیں رکھا جا سکتا۔

۳۔ دانتوں سے خون کا نکلنا

کلی یا مسواک کرتے وقت اگر دانتوں سے تھوڑی مقدار میں خون نکل آتا ہے اور روزہ دار اسے تھوک دیتا ہے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ بہت زیادہ مقدار میں دانتوں سے خون نکل کر حلق میں چلا جائے اور روزہ دار کو اس کا مزہ حلق میں محسوس ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۴۔ روزہ رکھ کر دانت نکلوانا

روزہ دار کو دانت نہیں نکلوانا چاہیے۔ کیونکہ دانت نکلواتے وقت بہت سا خون خارج ہوتا ہے جو بڑی احتیاط کے باوجود بھی حلق میں چلا جاتا ہے تو اس طرح

خون کے اندر جانے سے روزہ ختم ہو جاتا ہے۔ اگر دانت خود بخود ٹوٹ جائے اور دانتوں سے خون بہنے لگے تو ہر ممکن طریقے سے احتیاط کرے کہ خون کو تھوک دیوے اور اپنے اندر حلق میں نہ جانے دیوے تو اس طرح سے روزہ نہیں ٹوٹیگا۔

۵۔ کان میں پانی ڈالنا اگر کوئی روزہ دار خود اپنے کان میں پانی ڈال لے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ ایسا کرنا نقصان دہ ہے اور روزہ دار نے خود کان میں پانی ڈالا اس لیے اس کے اپنے فعل سے روزہ فاسد ہو جائے گا البتہ نہر میں نہاتے ہوئے یا کسی اور طریقہ سے خود بخود پانی کان کے اندر چلا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

۶۔ کان میں دوائی یا تیل ڈالنا کان میں درد ہو تو روزہ دار درد کے لیے بطور دوا کوئی دوائی یا تیل ڈالے تو بھی روزہ جاتا رہے گا لیکن بعض ائمہ کے نزدیک اس طرح روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۷۔ قے قصداً قے کرے تو اس طرح روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اگر قے خود بخود آ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ کسی نے قصداً قے کی مگر منہ بھر کر نہ تھی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ بلا اختیار قے ہو جائے اور منہ بھر کر نہ ہو، کچھ حصہ لوٹ کر اندر چلا جائے یا کوئی خود لوٹا لے تو اس طرح روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

۸۔ انجکشن لگوانا روزہ میں انجکشن لگوانے کے بارے میں فقہاء اور علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ ٹیکہ کے ذریعے چونکہ خوراک جسم کے اندر نہیں جاتی ہے اس لیے روزہ نہیں ٹوٹتا اور بعض کہتے ہیں کہ ٹیکہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ میرے خیال کے مطابق بھی ٹیکہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ ہر ٹیکہ جسم میں مدافعتی قوت کا کام دیتا ہے

۹۔ زخم پر دوائی لگوانا زخم اگر جلد کے اوپر ہی ہو، دماغ یا پیٹ میں گہرا نہ ہو تو اس پر دوائی لگائی جا سکتی ہے لیکن اگر زخم گہرا ہو اور دوائی کسی ورید یا شریان میں چلی جائے تو روزہ جاتا رہے گا۔

روزہ ٹوٹنے کی قضا والے امور

رمضان المبارک میں اگر کسی کا روزہ خود بخود ٹوٹ گیا ہو یا کسی وجہ سے رہ گیا ہو تو رمضان کے بعد چھوٹے ہوئے روزوں کی تعداد کو پورا کر لینے کو قضا کہا جاتا ہے۔ قضا سے مراد یہ ہے کہ پہلے روزہ نہیں ہوا تو بعد میں اس کو رکھ کر پورا کر لیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو شریعتِ مطہرہ میں بڑی سہولتیں دے رکھی ہیں۔ قضا کی سہولت بھی انہی سہولتوں میں سے ہے۔

روزہ ٹوٹنے کی مختلف صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ روزہ خود بخود کسی وجہ سے ٹوٹ جائے یا کسی شرعی عذر کی بنا پر روزہ چھوڑنا پڑے۔ روزہ ٹوٹنے کی دوسری صورت ارادہ کے بغیر کسی شبہ یا غلطی کی بنا پر ہے۔ اور روزہ ٹوٹنے کی تیسری صورت کسی کا زبردستی روزہ تڑوانا ہے۔ ان تمام صورتوں میں روزہ کی قضا لازم آئے گی۔ اور جس شخص کا روزہ ٹوٹ گیا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ رمضان المبارک کے بعد اس روزہ کو پورا کرے۔

شریعتِ اسلامیہ میں بعض مخصوص حالات میں سہولتیں تو ضرور دی گئی ہیں لیکن شریعت کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے احکامات پر بہر صورت کسی نہ کسی طرح عمل ضرور ہو جائے کیونکہ رضائے الٰہی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ بندہ اللہ کی اطاعت اور بندگی میں مصروف رہے۔ جن صورتوں میں قضا لازم آتی ہے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کلّی کا پانی حلق میں جانا

کلّی کرتے ہوئے ارادے کے بغیر پانی حلق میں نیچے چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا ایسے ہی غسل کرتے ہوئے منہ میں پانی ڈال کر غرارہ کرتے ہوئے پانی حلق میں چلا

جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اس صورت میں رمضان کے بعد اس روزے کے بدلے میں روزہ رکھنا ضروری ہوگا جو روزے کی قضا ہوگی۔

۲۔ حادثے کا پیش آنا اتفاق سے اگر کسی کو کوئی حادثہ پیش آجائے جس سے اس کے ہوش جاتے رہیں اور لوگ اسے ہوش میں لانے کے لیے منہ میں پانی ڈال دیں یا کوئی اور دوائی دیدیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ بعد ازاں اسے صرف قضا کا روزہ رکھنا پڑے گا۔

۳۔ سحری کے وقت کے بعد سحری کھانا ایسے علاقے جہاں پر سحری کا وقت ختم ہونے کا پتہ نہیں چلتا یا موسم ابر آلود ہونے کی صورت میں یا اندر بیٹھے ہوئے دیر تک سحری کھائی جائے اور خیال کیا جائے کہ صبح نہیں ہوئی حالانکہ صبح ہو گئی ہو تو اس صورت میں روزہ نہ ہوگا اور اس روزہ کے بدلے میں قضا کا روزہ رکھنا ضروری ہے۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ کوئی دیر سے جاگے اور وہ سحری کا وقت سمجھ کر کھالے بعد میں پتہ چلے کہ سحری کا وقت تو ختم ہو چکا ہے تو اس صورت میں بھی قضا روزہ رکھنا لازمی ہے۔

۴۔ روزہ ٹوٹنے کا گمان کرنا کسی نے روزے میں بھول کر کھا پی لیا۔ یا خود بخود قے آگئی۔ پھر خیال کر لیا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے تو قصداً کھا پی لیا۔ تو اس صورت میں روزہ جاتا رہا۔ اسے صرف ٹوٹے ہوئے روزے کے بدلے میں روزہ رکھنا پڑے گا۔ حالانکہ اس کا روزہ نہ ٹوٹا تھا۔

۵۔ وقت سے قبل افطار کر لینا اگر کوئی غروب آفتاب سے پہلے ہی یہ سمجھ کر روزہ افطار کرلے کہ سورج غروب ہو گیا ہے تو قضا واجب ہے۔ ایسے ہی اگر کہیں روزہ افطار کرنے کے وقت کا پتہ نہ چلے اور بادل چھائے ہوئے ہوں (ایسا پہاڑی علاقوں میں عموماً ہوجاتا ہے

تو خیال کیا کہ غروب آفتاب ہو گیا ہے اور روزہ افطار کر لیا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ روزے کا وقت نہیں ہوا تھا یا سورج ظاہر ہو گیا تو اس صورت میں قضا ادا کرنی پڑے گی۔

۶۔ جبری روزہ تڑوانا کسی شخص نے مجبوراً کسی جابر کے کہنے پر روزہ توڑا تو ایسی صورت میں روزہ کی قضا ادا کرنا پڑے گی کیونکہ بعض غیر مسلم جابر یا ظالم زبردستی کسی شخص کو روزہ توڑنے کے لیے کہے تو اس صورت میں جان بچانے کے لیے عام مسلمان کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ روزہ توڑ لے اور بعد میں قضا پوری کرے لیکن صوفیاء ایسا نہیں کرتے کیونکہ حق اور باطل کی ٹکر میں وہ جبر کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں کو ظالموں پر غالب کر دیتا ہے۔

۷۔ جنسی لذّت کسی شخص کی بیوی غافل سو رہی تھی تو اس نے اس سے ہم بستری کر لی تو اس طرح عورت پر صرف قضا لازم آئے گی۔ ایسے ہی روزہ دار اپنی بیوی کے پاس بیٹھا تھا، نفسانی خواہش کے غلبہ سے انزالی کیفیت ہو گئی یا عورت کو چھو لے اور بوسہ لینے سے انزال ہو گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور روزہ کی قضا پوری کرنا ضروری ہے۔

۸۔ مجبوراً دوائی لینا کسی تکلیف کے باعث حقنہ استعمال کیا یا ناک میں دوائی چڑھائی تو ان صورتوں میں صرف قضا لازم آئے گی۔

۹۔ روزے کی نیت نہ کرنا کسی نے روزے کی نیت ہی نہیں کی لیکن کھانے پینے وغیرہ سے رکا رہا یا نیت کی مگر نصف النہار کے بعد کی تو ان صورتوں میں روزہ نہ ہوگا اور قضا لازم ہوگی۔

۱۰۔ کسی چیز کو نگل جانا کسی نے روزے میں کوئی کنکری یا لوہے کا ٹکڑا یا کوئی اور ایسی چیز کھا لی جس کو نہ بطور غذا کھاتے

ہیں نہ بطور دوا۔ تو اس صورت میں روزہ جاتا رہا اور صرف قضا لازم ہو گی۔

۱۱۔ آنسو یا پسینے کا اندر چلا جانا

روزے میں کسی کے منہ میں آنسو، یا پسینے کے قطرے چلے گئے اور پورے منہ میں اس کی نمکینی محسوس ہوئی اور وہ ان قطروں کو نگل گیا تو روزہ جاتا رہا قضا لازم ہے۔

۱۲۔ دانتوں کے خون کا اندر چلا جانا

دانتوں سے خون نکل کر حلق کے نیچے اترا اور خون تھوک سے زیادہ یا کم یا برابر تھا مگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو روزہ جاتا رہا اور اگر مزہ حلق میں محسوس نہ ہوا تو روزہ نہ گیا۔

۱۳۔ قصداً قے سے روزے کا ٹوٹنا

کسی مجبوری کی بنا پر اگر کسی نے قصداً منہ بھر قے کی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس صورت میں صرف قضا لازم آئے گی

۱۴۔ قضا کا اصول

روزے کے منافی امور میں سے صورتاً یا معناً فقط کسی ایک امر کا موجود ہونا موجب قضا ہے اس لیے کہ ایک کے وجود سے جرم میں نقصان رہتا ہے۔ کمال جرم نہیں بنتا لہذا اس سے کفارہ نہیں فقط قضا واجب ہو گی۔ اسی طرح اگر صورت اور معنی افطار دونوں باہم جمع ہو جائیں مگر کسی عذر کے ساتھ افطار ہوا یا افطار کے بعد مباح کرنے والا کوئی شرعی عذر بیماری وغیرہ خدا کی جانب سے پیش آجائے یا کوئی شبہ اور خطا کی بنا پر روزہ افطار کیا یا جبر و اکراہ سے توڑا۔ یا وہ روزہ افطار کیا جس کی نیت زوال سے قبل دن میں ہوئی تو ان سب صورتوں میں بھی قضا لازم ہو گی کیونکہ جرم ہلکا ہو گیا۔

کفّارہ

رمضان المبارک کی عظمت اور اہمیت کے پیش نظر قصداً روزہ توڑنے کی سزا کفارہ ہے۔ کفارہ سے مراد وہ زائد عمل ہے جو کسی شرعی حکم کو توڑنے کے بدلہ میں بطور تنبیہ سرانجام دیا جاتا ہے۔ اگر کسی شرعی حکم کو توڑنے کے بدل میں مقرر کفارہ ادا نہ کیا جائے تو اس گناہ کی سزا آخرت میں ملے گی۔ ایسے افراد جن پر روزہ فرض ہے اگر وہ رمضان المبارک میں روزہ رکھ کر بلا کسی شرعی عذر کے روزہ توڑ دیں تو ان پر قضا اور کفارہ لازم آئے گا۔ مگر فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزہ توڑنے پر کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ روزہ توڑنے کا کفارہ اس لیے رکھا گیا ہے تاکہ روزہ کی حرمت قائم رہے۔ اگر رمضان المبارک کا روزہ توڑنے کی سزا یعنی کفارہ نہ رکھا جاتا تو روزہ دار روزہ توڑنے کے فعل کو معمولی جانتا اور جب دل چاہتا روزہ توڑ لیتا۔ اس طرح سے اللہ کا حکم اور رمضان المبارک کا وقار مجروح ہوتا۔ چنانچہ روزہ کی حرمت قائم رکھنے کے لیے شریعتِ اسلامیہ میں روزہ توڑنے کا ہرجانہ (کفارہ) رکھا گیا ہے۔

قصداً روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ روزہ توڑنے والا ایک غلام یا داسی آزاد کر دے لیکن آج کل غلام رکھنے کا رواج ختم ہو چکا ہے لہٰذا ایسا کرنا ممکن نہیں البتہ جہاں غلام ہوں تو وہاں غلام آزاد کرایا جا سکتا ہے۔ غلام آزاد نہ کرانے کی صورت میں کفارہ ادا کرنے کا دوسرا طریقہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا ہے۔ دو ماہ کے مسلسل روزوں میں کوئی ناغہ نہ ہونا چاہیے اگر کوئی ناغہ ہو گیا تو روزے پھر شروع سے رکھنے پڑیں گے۔ کفارہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ

اگر کفارہ ادا کرنے والا روزے نہیں رکھنا چاہتا یا اس میں روزے رکھنے کی صلاحیت نہیں تو اسے چاہیئے کہ وہ دو وقت ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ کھانا ساٹھ آدمیوں کو ایک وقت میں یا ایک مسکین کو ۶۰ دن تک دو وقت کا کھانا کھلایا جاسکتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ ایک بار ہی کھانا کھلایا جائے۔ کھانا کھلانے کا یہ مطلب ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے۔

ایک ہی رمضان المبارک میں اگر دو روزے توڑے ہوں اور پہلے روزے کا کفارہ ادا نہ کیا ہو تو ایک ہی مرتبہ کفارہ ادا ہو جائے گا اگر دو رمضان المبارک میں علیحدہ علیحدہ دو مرتبہ روزہ توڑا ہو تو دو مرتبہ کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔

کفارہ کے روزے رکھتے ہوئے عورت کے لیے اسلامی شریعت میں رعایت رکھی گئی ہے کہ روزے رکھتے ہوئے اگر اسے حیض آجائے جس کی بنا پہ وہ روزہ نہیں رکھ سکتی تو سلسلہ منقطع ہوتے پر وہ اس سے آگے گنتی کو پورا کرے گی ورنہ قصدًا ناغے کی صورت میں روزے ازسرنو شروع کرنے پڑیں گے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ هَلَكْتُ قَالَ فَمَا اَهْلَكَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰی امْرَاَتِیْ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ لَا اَجِدُ قَالَ صُمْ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ قَالَ لَا اُطِیْقُ قَالَ اَطْعِمْ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا قَالَ لَا اَجِدُ لَهٗ۔ قَالَ اجْلِسْ فَجَلَسَ

حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا آپ نے فرمایا تو کس طرح ہلاک ہوگیا؟ اس نے عرض کیا کہ میں رمضان میں بیوی سے ہم بستر ہوگیا۔ آپ نے فرمایا ایک غلام آزاد کر دو۔ اس نے عرض کیا میرے پاس مال نہیں۔ آپ نے فرمایا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو۔ اس نے جواب دیا مجھ میں اس کی قوت نہیں۔ آپ نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ اس نے عرض کیا اس کے

فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أُتِيَ بِمِكْتَلٍ يُدْعَى الْعَرَقَ فَقَالَ اذْهَبْ فَتَصَدَّقْ بِهٖ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ إِلَيْهِ مِنَّا قَالَ انْطَلِقْ فَأَطْعِمْهُ عِيَالَكَ ؂

پیسے میرے پاس مال نہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ اتنے میں کھجوروں کی ایک بھری بوری آئی۔ آپ نے فرمایا، جاؤ اسے صدقہ کر دو۔ اس نے عرض کیا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے مدینہ میں میرے گھر والوں سے زیادہ اس کا کوئی محتاج نہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ، اسے اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔ (ابن ماجہ)

جب کوئی شخص قصداً رمضان المبارک کا روزہ توڑ دے تو اس پر کفارہ لازم آتا ہے۔ مذکورہ شخص پر بھی کفارہ لازم آیا تھا جس نے رمضان کے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی تھی۔ ضروری تو حکم خداوندی کے تحت یہی تھا کہ وہ ایک غلام آزاد کرتا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاتا۔ یا دو ماہ کے متواتر روزے رکھتا لیکن اس نے جب اس بارگاہ میں اپنی مجبوری کا اظہار کیا جو پروردگار عالم کے محبوب کی بارگاہ تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سزا کو عطا سے بدل دیا سبحان اللہ! یہ اللہ کے نبی ؑ کا اظہار تھا کہ اس خاص شخص کے لیے حکم میں تخصیص فرمادی۔

اگر روزہ توڑنے والا نہ غلام آزاد کر سکتا ہو اور نہ ساٹھ روزے رکھ سکتا ہو اور نہ ہی مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہو تو اس کے لیے یہی حکم ہے کہ صاحب ثروت اس کی مدد کریں، اور اگر کوئی مدد نہ کرے تو اسلامی بیت المال میں سے اس کے کفارے کا بندوبست کیا جائے۔

کفارہ کی صورتیں

روزہ توڑنے کی وہ صورتیں جن میں کفارہ ادا کرنا ضروری ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) روزہ میں کھانا پینا روزہ کے منافی ہے لہٰذا غذا یا دوا یا کوئی اور چیز جو

جسم کے لیے نفع بخش ہوا سے جسم کے اندر پہنچانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر کفارہ عائد ہوگا۔ یاد رہے کہ قصداً جن اشیاء کے استعمال سے انسان کو لذت آئے اور طبیعت میں میلان ہو تو لہذا حقہ، سگریٹ، تمباکو نوشی سے بھی کفارہ لازم آئے گا۔

(۲) بعض عورتوں کو ملتانی مٹی جسے عموماً گاچی کہا جاتا ہے کھانے کی عادت ہوتی ہے لہذا اگر کوئی روزہ دار عورت گاچی وغیرہ کھالے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس صورت میں کفارہ لازم آئے گا۔

(۳) روزہ دار کوئی ایسی حرکت کرلے جس سے اسے گمان پیدا ہو جائے کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے حالانکہ اس سے روزہ نہ ٹوٹا ہو تو اس طرح روزہ ٹوٹنے کے گمان میں قصداً کھا پی لے یا ایسا فعل کرے جس سے واقعی روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو اس سلسلہ میں روزہ کی قضا اور کفارہ دونوں لازم آئیں گے۔

(۴) قصداً مباشرت کرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ لازم آئے گا۔ رمضان کا مہینہ ہے خاوند روزے سے ہے۔ بیوی کا بھی روزہ ہے یا دونوں میں سے کسی ایک کا روزہ تھا۔ خلوت گاہ میں بیٹھے تھے کہ اچانک نفسانی خواہشات کے بھوت کا غلبہ ہو گیا۔ میاں اور بیوی نے جذبات کی رو میں مباشرت کرلی، انزال ہو گیا تو دونوں کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور دونوں پر قضا اور کفارہ واجب ہوگا۔ مباشرت کے علاوہ اگر کوئی غیر فطری فعل کرتا ہے یا کسی اور طریقے سے اپنے نفس کی پیاس بجھاتا ہے تو اس کا روزہ بھی ٹوٹ جائے گا اور اس پر قضا اور کفارہ واجب ہوگا۔

(۵) عورت غافل سو رہی تھی یا بیہوش پڑی تھی اور مرد نے اس سے جماع کرلیا تو مرد پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

(۶) قضا اور کفارہ صرف رمضان المبارک کے روزہ کا ہوتا ہے۔ رمضان کے علاوہ کسی اور روزہ کے توڑنے کا کفارہ واجب نہیں ہونا چاہیے غلطی سے

روزہ ٹوٹ جائے یا کوئی قصداً روزہ توڑے۔

(۷) کفارے کے وجوب کی دوسری شرائط: روزہ کا قصداً توڑنا ہے۔ کسی شرعی عذر سے یا بھول کر روزہ توڑنے سے کفارہ واجب نہ ہوگا۔ بلکہ صرف قضا لازم ہوگی۔

(۸) روزہ توڑنے والی اشیاء کا کھانا پینا انسان کا اختیاری فعل ہو۔ اور اگر مجبوراً روزہ توڑا گیا تو کفارہ واجب نہیں صرف قضا واجب ہے۔

(۹) کھانے پینے والی چیز یا پیٹ کے اندر جانے والی چیز منہ کے راستے گئی ہو۔ پس اگر کوئی چیز کان یا آنکھ کے راستے جسم میں داخل نہ کی گئی تو اس صورت میں روزہ ٹوٹنے کا کفارہ واجب ہوگا۔

(۱۰) روزہ توڑنے کے ارادہ سے ابھی کھانا شروع ہی کیا تھا اور کھانے والی چیز معدہ میں ابھی نہ پہنچی تھی اور اسے نکال دیا بلکہ حلق ہی میں تھی نیت میں آیا کہ روزہ توڑنا بہت بری چیز ہے۔ اس سے روزہ تو ٹوٹ جائے گا کیونکہ خوراک جسم میں داخل ہو چکی ہے لیکن کفارہ واجب نہیں ہوگا بلکہ قضا واجب ہوگی۔

(۱۱) کفارہ کے وجوب کی یہ بھی شرط ہے کہ روزہ دار کو علم ہو کہ اسلام میں قصداً بلا عذر شرعی روزہ توڑنا حرام ہے تو اسے روزہ توڑنے پر کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ اگرچہ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ روزہ توڑنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے اگر کوئی شخص یہ نہ جانتا ہو کہ روزہ توڑنا حرام ہے لیکن اس نے ارادۃً روزہ توڑ لیا تو اس پر کفارہ واجب نہیں۔

(۱۲) رمضان کا قضا روزہ رکھا یا کفارے کے روزے رکھ رہا تھا لیکن قصداً روزہ توڑ لیا تو ایسا روزہ توڑنے پر دوبارہ کفارہ واجب نہ ہوگا۔

(۱۳) جن لوگوں کے روزہ میں شرائط وجوب نہ پائی جائیں تو انھیں روزہ توڑنے سے بھی کفارہ واجب نہ ہوگا۔ مثلاً مسافر کا روزہ، نابالغ بچے کا روزہ، حیض اور

باب ۱۴

روزہ نہ ٹوٹنے کی صورتیں

چند صورتیں ایسی ہیں کہ ان سے روزہ فاسد نہیں ہوتا یعنی روزہ میں ان امور کے ہو جانے سے روزہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا لہذا جن امور سے روزہ نہیں ٹوٹتا وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ روزہ میں مسواک کرنا سنت ہے

روزہ کی حالت میں مسواک کر لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا بلکہ مسواک کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا لَا اُحْصِیْ یَتَسَوَّکُ وَھُوَ صَائِمٌ ؂

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو متعدد بار روزے کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا ہے (ترمذی شریف)

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ خَیْرِ خِصَالِ الصَّائِمِ السِّوَاکُ ؂

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روزہ دار کے بہترین کاموں میں سے ایک مسواک کرنا ہے۔ (ابن ماجہ)

مسواک خشک ہو یا تر، روزہ میں ہر وقت کی جا سکتی ہے لیکن احتیاط یہ رکھنی چاہیئے کہ دانتوں سے خون نہ نکلے۔ روزہ میں منجن، ٹوتھ پیسٹ یا کوئلہ سے دانت صاف نہیں کرنے چاہئیں۔

۲۔ روزہ میں سُرمہ لگانا

روزہ دار کے لیے سرمہ لگانے کی کوئی ممانعت نہیں کیونکہ سرمہ لگانے سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا مگر فقہاء میں اس ضمن میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک مکروہ ہے لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سرمہ لگانے کی اجازت ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اشْتَكَتْ عَيْنِيَّ اَفَاَكْتَحِلُ وَاَنَا صَائِمٌ؟ قَالَ نَعَمْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری آنکھیں دکھتی ہیں کیا میں سرمہ لگا سکتا ہوں جبکہ میں روزہ سے ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں! (لگا سکتا ہے)

(ترمذی)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِكْتَحَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں سُرمہ لگایا۔

۳۔ بھول کر کھانا پینا

بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ روزہ فرض ہو یا نفل۔ یعنی شریعت میں اس امر کی رعایت ہے کہ اگر کسی کو یہ یاد نہ ہو کہ اس کا روزہ ہے اور کھا پی لے تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ اَوْ شَرِبَ نَاسِيًا فَلَا يُفْطِرُ فَاِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بھول کر کھایا یا پیا وہ روزہ نہ توڑے یہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا۔ (ترمذی)

اگر کوئی روزے میں بھول کر کھا پی بیٹھے تو یاد آنے پر یہ نہ سمجھے کہ اس کا

روزہ ٹوٹ گیا۔ کیونکہ روزہ اسی طرح قائم ہے اور اس کھانے پینے کو خدا کی طرف سے مہمانی شمار کرے کہ اس نے اپنے بندے کو بھلا کر کھلا پلا دیا۔ ہاں اگر کھاتے پیتے وقت یاد آیا تو جو کھا پی چکا وہ معاف لیکن اب کھانے کا ایک دانہ یا پانی وغیرہ کا ایک قطرہ بھی حلق سے پار نہ لے جائے بلکہ فوراً اگل دینا چاہیے کیونکہ اب کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اگر کوئی روزہ دار کسی روزہ دار کو بھول کر کھاتا پیتا دیکھے تو اسے یاد دلانا واجب ہے۔ یاد نہ دلایا تو گنہگار ہوا مگر جبکہ روزے دار بہت کمزور ہو کہ یاد دلائے گا تو وہ کھانا چھوڑ دے گا اور کمزوری اتنی بڑھ جائے گی کہ روزہ رکھنا دشوار ہو گا، اور کھالے گا تو روزہ بھی اچھی طرح پورا کرلے گا اور دیگر عبادتیں بھی بخوبی ادا کرلے گا تو اس صورت میں یاد نہ دلانا بہتر ہے

بھولے سے کھانا کھا رہا تھا۔ یاد آتے ہی لقمہ پھینک دیا۔ یا پانی پی رہا تھا، یاد آتے ہی منہ کا پانی پھینک دیا تو روزہ نہ گیا، اور اگر منہ کا لقمہ یا پانی یاد آنے کے باوجود نگل گیا تو روزہ گیا۔ صبح صادق سے پہلے کھا یا پی رہا تھا اور صبح ہوتے ہی منہ میں سے سب کا سب اگل دیا تو روزہ نہ گیا اور اگر نگل گیا تو جاتا رہا۔

نیند میں جسم ناپاک ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

دن کو سوتے میں اگر کسی کے کپڑے ناپاک ہو جائیں تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ سحری کے وقت کھانا کھا کر فجر کی نماز پڑھنے کے بعد سو جاتے ہیں یا گرمیوں میں دوپہر کو آرام کر لیتے ہیں۔ اس سوتے کے دوران اگر کسی کو احتلام ہو جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اس کے متعلق حدیث پاک یہ ہے:

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ — زید بن اسلم نے اپنے ایک ساتھی سے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک

أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفْطِرُ مَنْ قَاءَ وَلَا مَنِ احْتَلَمَ وَلَا مَنِ احْتَجَمَ ❊

صحابی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو قے آ جائے، احتلام ہو جائے یا پچھنے لگوائے تو روزہ نہ توڑے۔

(ابوداؤد)

۵۔ پچھنے لگوانا

پچھنے لگوانا طبی نقطۂ نظر سے ایک طریقۂ علاج ہے کہ جسم کے کسی حصے پر تیز دھار آلے یا نشتر سے ہلکے ہلکے نشان لگا دیے جاتے ہیں جن سے خون رستے نکلتا ہے پھر سنگی سے اسے چوس لیا جاتا ہے۔ اسے پچھنے لگوانا کہا جاتا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ کے نزدیک پچھنے لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ روزہ دار ضعف محسوس نہ کرے اگر پچھنے لگوانے سے کمزوری ہونے کا خوف ہو تو پچھنے نہیں لگواتے چاہئیں تاکہ کمزوری کی بنا پر روزہ رکھنے کی طاقت کم نہ ہو جائے۔

عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ يُسْأَلُ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ قَالَ لَا إِلَّا مِنْ أَجْلِ الضُّعْفِ ❊

ثابت بنانی روایت کرتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا، آپ لوگ روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانا مکروہ خیال کرتے تھے جواب دیا نہیں۔ البتہ کمزوری لاحق ہونے کے خدشہ سے (اسے مکروہ سمجھتے تھے)

(بخاری)

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ ❊

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے۔ (ابوداؤد)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَھُوَ صَائِمٌ مُحْرِمٌ ۔

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے روزے میں احرام باندھے ہوئے (ابوداؤد)

ان احادیث سے اگرچہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پچھنے لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر آپ کی ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے پچھنے لگوانے سے منع بھی فرمایا ہے لہٰذا روزہ میں احتیاط کے طور پر یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ پچھنے نہ لگوائے جائیں۔ ویسے بھی علاج کا یہ طریقہ تقریباً متروک ہو چکا ہے۔

۶۔ روزہ میں قے کے احکام

روزہ میں اگر قے آجائے تو اس کے بارے میں حکم ہے کہ اگر وہ خود بخود آئے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اگر عمداً قے کی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ یہ حکم مندرجہ ذیل احادیث سے اخذ ہوتا ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ذَرَعَہُ الْقَیْءُ فَلَا قَضَاءَ عَلَیْہِ وَمَنِ اسْتَقَاءَ فَعَلَیْہِ الْقَضَاءُ ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جسے خود بخود قے آجائے اس پر قضا نہیں اور جان بوجھ کر قے کرے تو اس پر قضا ہے۔ (ابن ماجہ)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ذَرَعَہُ الْقَیْءُ فَلَیْسَ عَلَیْہِ قَضَاءٌ وَمَنِ اسْتَقَاءَ عَمْدًا فَلْیَقْضِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر قے غالب آجائے اس پر قضا نہیں اور جو جان بوجھ کر قے کرے اسے قضا روزہ رکھنا چاہیے۔ (ترمذی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ روزہ میں خود بخود کتنی ہی قے ہو جائے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر روزہ یاد ہونے کے باوجود قصداً (جان بوجھ کر) قے کی

اور اگر وہ منہ بھر ہے تو اب روزہ ٹوٹ جائے گا۔

قصداً منہ بھر ہونے والی قے سے بھی روزہ اس صورت میں ٹوٹے گا جبکہ قے میں کھانا (یا پانی) یا صفراء (یعنی کڑوا پانی) یا خون آئے۔ اگر قے میں صرف بلغم نکلا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

قصداً قے کی مگر تھوڑی سی آئی۔ منہ بھر نہ آئی تو اب بھی روزہ نہ ٹوٹا۔ منہ بھر سے کم قے ہوئی اور منہ ہی سے دوبارہ لوٹ گئی یا خود ہی لوٹا دی تو اس صورت میں بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

منہ بھر قے بلا اختیار ہو گئی تو روزہ تو نہ ٹوٹا البتہ اگر اس میں سے ایک چنے کے برابر بھی واپس لوٹا دی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور ایک چنے سے کم ہو تو روزہ نہ ٹوٹا۔ منہ بھر قے سے مراد یہ ہے کہ اسے روکا نہ جائے۔ منہ بھر قے سے روزے کے ٹوٹ جانے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں بھی ہے۔

عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ يُحَدِّثُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَيْهِمْ فِيْ يَوْمٍ كَانَ يَصُوْمُهُ فَدَعَا بِاِنَاءٍ فَشَرِبَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا الْيَوْمَ كُنْتَ تَصُوْمُهُ قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنِّيْ قِئْتُ ۔

حضرت فضالہ بن عبید نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے آپ نے پانی منگوایا اور پیا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم! آج تو آپ کا روزہ تھا، آپ نے فرمایا ہاں لیکن مجھے قے آگئی تھی۔

(ابن ماجہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نفلی روزہ تھا اور آپ کو جب منہ بھر قے آئی تو آپ کا روزہ افطار ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۷۔ گرد و غبار کا حلق میں چلا جانا

روزہ یاد ہونے کے باوجود بھی غبار یا دھواں حلق میں چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ خواہ وہ غبار آٹے کا ہو جو چکی پیسنے یا آٹا چھاننے میں اڑتا ہے

یا غار کا غبار ہو۔ یا ہوا سے خاک اڑی یا جانور کے کھر سے اڑی اور حلق میں چلی گئی یا دوا کوٹی اور حلق میں اس کا مزہ محسوس ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

۸۔ اگربتی کا دھواں اگربتی سلگ رہی ہے اور اس کا دھواں ناک میں گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ ہاں اگر لوبان یا اگربتی سلگ رہی ہو اور روزہ یاد ہوتے کے باوجود منہ قریب لے جا کر اس کا دھواں ناک سے کھینچا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

۹۔ بس کار کا دھواں بس کار کا دھواں یا ان سے غبار اڑ کر حلق میں پہنچا۔ اگرچہ روزہ دار ہونا یاد تھا روزہ نہیں جائے گا۔

۱۰۔ پانی کی خنکی کا محسوس ہونا غسل کیا اور پانی کی خنکی (ٹھنڈک) اندر محسوس ہوئی جب بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔

۱۱۔ منہ کی تری کا تھوک میں مل جانا کُلّی کی اور پانی بالکل پھینک دیا۔ صرف کچھ تری منہ میں باقی رہ گئی تھی، تھوک کے ساتھ اسے نگل لیا۔ روزہ نہیں ٹوٹا۔

۱۲۔ کان میں پانی کا چلا جانا کان میں پانی چلا گیا جب بھی روزہ نہیں ٹوٹا بلکہ خود پانی ڈالا جب بھی نہیں ٹوٹا۔

۱۳۔ کان کھجانا تنکے سے کان کھجایا اور اس پر کان کا میل لگ گیا۔ پھر وہی میل لگا ہوا تنکا کان میں ڈالا گیا اگرچہ چند بار ایسا ہوا ہو، جب بھی روزہ نہ ٹوٹا۔

۱۴۔ دانتوں کی بچی ہوئی چیز دانت یا منہ میں خفیف (معمولی) چیز بے معلوم سی رہ گئی کہ لعاب کے ساتھ خود ہی اُتر جائے گی روزہ نہیں ٹوٹا۔

۱۵۔ خوشبو سونگھنا خوشبو سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ خوشبو خواہ کسی چیز کی ہو، پھول کی ہو۔ مشک عنبر یا عطر وغیرہ ہو۔

مکروہاتِ روزہ

مکروہاتِ روزہ وہ ناپسندیدہ فعل ہیں جن کے بچنے سے عبادت میں حسن اور تزکیہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا روزہ رکھ کر ان امور سے بچنا از حد ضروری ہے۔

۱۔ روزہ دار کو بلا عذر کسی چیز کا چکھنا مکروہ ہے۔ چکھنے کے لیے عذر یہ ہے کہ مثلاً عورت کا شوہر یا باورچی کا مالک بدمزاج ہے اگر نمک کم و بیش ہوگا تو اس کی ناراضی کا باعث ہوگا اس وجہ سے چکھنے میں حرج نہیں۔ چکھنے کے وہ معنی نہیں جو آج کل عام محاورہ ہے یعنی کسی چیز کا مزہ دریافت کرنے کے لیے اس میں سے تھوڑا کھا لینا اگر یوں ہو تو کراہت کیسی روزہ ہی جاتا رہے گا۔ بلکہ کفارہ کے شرائط پائے جائیں تو کفارہ بھی لازم ہوگا بلکہ چکھنے سے مراد یہ ہے کہ زبان پر رکھ کر مزہ دریافت کر لیں اور اسے تھوک دیں۔ اس میں سے حلق میں کچھ نہ جائے۔

۲۔ منہ میں کوئی چیز چباتا یا یونہی ڈالے رکھنا۔ مثلاً کوئی خاتون اپنے ننھے بچے کو کھلانے کے لیے اپنے منہ میں کوئی چیز دبائے یا نرم کرنے یا ٹھنڈا کرنے کے لیے منہ میں ڈالے تو یہ مکروہ ہے البتہ مجبوری کی صورت میں جائز ہے مثلاً کسی کا بچہ بھوکا ہے اور وہ صرف وہی چیز کھاتا ہے جو منہ میں چبا کر اسے دی جائے اور کوئی بے روزہ آدمی بھی موجود نہ ہو تو اس صورت میں چبا کر کھلانا مکروہ نہیں۔

۳۔ کوئی چیز خریدی اور اس کا چکھنا ضروری ہے کہ نہ چکھے گا تو نقصان ہوگا تو چکھنے میں حرج نہیں ورنہ مکروہ ہے۔ (درمختار)

۴۔ بلا عذر چکھنا جو مکروہ بتایا گیا یہ فرض روزہ کا حکم ہے نفل میں کراہت نہیں جبکہ اس کی حاجت ہو۔ (ردالمحتار)

۵۔ افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے مگر افطار اس وقت کرے کہ غروب کا غالب گمان ہو۔ جب تک گمان غالب نہ ہو افطار نہ کرے۔ اگر مؤذن نے اذان کہہ دی ہے تو ابر کے دنوں میں افطار میں جلدی نہ چاہیے۔ (ردالمحتار)

۶۔ گلاب یا مشک وغیرہ سونگھنا، داڑھی مونچھ میں تیل لگانا اور سرمہ لگانا مکروہ نہیں مگر جبکہ زینت کے لیے سرمہ لگایا یا اس لیے تیل لگایا کہ داڑھی بڑھ جائے حالانکہ ایک مشت داڑھی ہے تو یہ دونوں باتیں بغیر روزہ کے بھی مکروہ ہیں اور روزہ میں بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہے۔ (درمختار)

۷۔ اگر دن نکلنے سے پہلے ہی سفر شروع کر دیا۔ پھر دن میں کسی شہر میں پہنچ کر نیتِ اقامت کر کے روزہ توڑ دیا تو اس کا ایسا کرنا مکروہ ہوگا کیونکہ آج کے دن سفر اور اقامت دونوں جمع ہو گئے ہیں، ترجیح اقامت کو ہے سفر کو ترجیح دینا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ قاضیخان)

۸۔ رمضان کے دنوں میں ایسا کام کرنا جائز نہیں جس سے ایسا ضعف آجائے کہ روزہ توڑنے کا ظن غالب ہو۔ لہٰذا نانبائی کو چاہیے کہ دوپہر تک روٹی پکائے پھر باقی دن میں آرام کرے۔ یہی حکم معمار و مزدور اور مشقت کے کام کرنے والوں کا ہے کہ زیادہ ضعف کا اندیشہ ہو تو کام میں کمی کر دیں تاکہ روزہ آسانی سے ادا کر سکیں (درمختار)

۹۔ روزہ دار کے لیے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ کلی میں مبالغہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ منہ بھر پانی لے۔ اور وضو و غسل کے علاوہ ٹھنڈ پہنچانے کی غرض سے کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا یا ٹھنڈ کے لیے نہانا بلکہ بدن پر بھیگا کپڑا لپیٹنا مکروہ نہیں ہے۔ ہاں اگر پریشانی ظاہر کرنے کے لیے بھیگا کپڑا لپیٹا تو مکروہ ہے کہ عبادت میں دل تنگ ہونا بھی اچھی بات نہیں۔ (عالمگیری۔ ردالمحتار وغیرہما)

۱۰۔ منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا، یہ تو بغیر روزہ کے بھی ناپسندیدہ ہے

اور روزہ میں مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

۱۱۔ نہاتے وقت تالاب میں پانی کے اندر ریاح خارج کرنے سے روزہ نہیں جاتا مگر مکروہ ہے اور روزے دار کو استنجے میں مبالغہ کرنا بھی مکروہ ہے یعنی اور دنوں میں یہ حکم ہے کہ استنجا کرنے میں نیچے کو زور دیا جائے اور روزے میں یہ مکروہ ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۱۲۔ عورت کا بوسہ لینا اور گلے لگانا اور بدن چھونا مکروہ ہے جبکہ یہ اندیشہ نہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہوگا اور ہونٹ اور زبان چوسنا مطلقاً مکروہ ہے۔

۱۳۔ فصد کھلوانا، پچھنے لگوانا مکروہ نہیں جبکہ ضعف کا اندیشہ نہ ہو، اندیشہ ہو تو مکروہ ہے اسے چاہیئے کہ غروب تک مؤخر کرے۔ (عالمگیری)

۱۴۔ اگر روزہ رکھے گا تو کمزور ہو جائے گا کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے گا تو حکم ہے کہ روزہ رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے۔

۱۵۔ سحری کھانا اور اس میں تاخیر کرنا مستحب ہے مگر اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ صبح ہونے کا شک ہو جائے۔ (عالمگیری)

۱۶۔ غسل کی حاجت ہو اور موقع بھی ہو پھر بھی کوئی شخص بلاوجہ قصداً صبح صادق کے بعد تک غسل نہ کرے تو یہ مکروہ ہے۔

۱۷۔ روزے میں غیبت کرنا، جھوٹ بولنا، شور و ہنگامہ کرنا، مارنا پیٹنا اور کسی پر زیادتی کرنا مکروہ ہے۔ ایسے ہی روزہ میں لڑنا جھگڑنا، گالی دینا، خواہ انسان کو ہو یا بے جان کو یا کسی بھی جاندار کو، ان سے بھی روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

۱۸۔ قصداً حلق میں دھواں یا گرد و غبار پہنچانا مکروہ ہے اور اگر لوبان وغیرہ سلگا کر اس کو سونگھا یا حقہ سگریٹ اور بیڑی وغیرہ پی لیا تو روزہ جاتا رہا۔

۱۹۔ عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھنا مکروہ ہے لیکن شوہر اگر روزہ سے ہے یا بیمار ہے یا احرام کی حالت میں ہے تو مکروہ نہیں (عالمگیری)

قضا روزے رکھنے کے مسائل

وہ روزے جن کی قضا ادا کرنا شرعی طور پر لازم ہے یا ایسے روزے جو رمضان المبارک میں نہ رکھے ہوں تو ان کو آئندہ رمضان تک سال کے اندر پورا کر لینا چاہیے

(۱) قضا کے روزے رکھتے وقت یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ نصف شعبان سے پہلے پہلے روزے رکھ لیے جائیں تاکہ شعبان کے آخری دنوں میں روزے رکھنے کے باعث کمزوری ہونے کی وجہ سے کہیں فرض روزے نہ رہ جائیں۔

(۲) جتنے روزے قضا ہو گئے ہیں خواہ سب ایک دم (لگاتار) رکھ لیں، خواہ تھوڑے تھوڑے کر کے رکھیں، دونوں طرح سے درست ہے لیکن لگاتار رکھنا مستحب ہے۔ (ہدایہ)

(۳) قضا کے روزے رکھنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ دن اور تاریخ وغیرہ مقرر کر کے رکھے جائیں بلکہ جتنے روزے قضا ہو گئے ہیں ان کے بدلے اتنے ہی روزے رکھ لینے چاہئیں۔

(۴) اگر رمضان کے دو سال کے کچھ روزے رہ گئے ہوں تو یہ تعین کرنا ضروری ہے کہ کس سال کے روزوں کی قضا رکھ رہا ہے اس لیے یہ نیت کر کے روزے رکھے کہ میں فلاں سال کے قضا روزے رکھ رہا ہوں۔

(۵) قضا روزے رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ رات سے نیت کی جائے اگر صبح صادق کے بعد قضا کی نیت کی تو قضا درست نہیں یہ روزہ نفل ہو جائے گا اور قضا کا روزہ پھر رکھنا واجب ہے

(۶) جن کے ذمہ ابھی رمضان کے روزوں کی قضا باقی ہے اگر وہ اسی عذر میں

فوت ہو جائیں اور انھیں اتنا موقع نہ ملا کہ قضا رکھتے تو ان پر ان روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب نہیں۔ اگر وصیت کی تو وہ صرف تہائی مال میں جاری ہوگی۔ اگر انھیں قضا کے رمضان کا موقع ملا اور پھر نہ رکھے تو اب ان پر فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے۔ اگر وصیت نہ کی تو وارث پر فدیہ دینا واجب نہیں۔ ہاں اگر دے دے تو بہت ہی بہتر ہے۔

(۷) اگر بیماری سے صحت نہیں ہوئی اور اسی حالت میں موت آگئی یا سفر میں مر گیا تو جتنے روزے بیماری یا سفر کی وجہ سے چھوٹے ہیں آخرت میں ان کا مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ قضا رکھنے کی اس کو مہلت نہ ملی تھی۔ (در مختار)

(۸) اگر بیماری کے سبب رمضان المبارک کے روزے چھوٹ گئے تھے۔ صحت ہونے کے بعد پانچ دن زندہ رہا لیکن قضا روزے نہیں رکھے تو پانچ روزے تو معاف ہیں۔ صرف پانچ روزوں کے نہ رکھنے پر مواخذہ ہوگا۔ اتنے دنوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرے جبکہ اس کے پاس مال ہو۔ (در مختار)

(۹) اگر سفر سے واپسی کے بعد اتنی مہلت مل گئی کہ چاہتا تو سب روزوں کی قضا رکھ لیتا تو اس کو اپنے تمام قضا شدہ روزوں کے فدیہ کی ادائیگی کی وصیت کر دینی چاہیے۔ (عالمگیری)

روزہ میں ازدواجی تعلقات کی حدود

روزوں میں بیوی سے میل جول کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے۔ روزہ افطار کرنے سے لے کر سحری تک اللہ تعالیٰ نے ازدواجی تعلقات کو جائز قرار دیا ہے اور روزہ رکھنے سے لے کر شام کو افطار تک مباشرت کو نا جائز قرار دیا ہے اور ہر روزہ دار کے لیے ان حدود اللہ کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے تعلقاتِ ازدواجی کی یوں اجازت فرمائی ہے:

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ	روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمھارے لیے حلال کر دیا گیا۔ وہ تمھارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ جان گیا بیشک تم اپنے ساتھ خیانت کرتے تھے تو اس نے تمھاری توبہ قبول کی۔ اور تمھیں معاف فرمایا۔ پس ان سے صحبت کرو اور اللہ نے تمھارے لیے جو لکھا ہے اسے تلاش کرو۔ (پ۲، بقرہ: ۱۸۷)

پیارے رسول کی پیاری امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے قدم قدم پر آسانیاں پیدا کی ہیں۔ ابتدائے اسلام میں صحابہؓ پورے رمضان کے مہینہ میں عورتوں کے پاس مباشرت کے لیے نہ جاتے۔ صرف افطار سے لے کر عشاء تک کھانا پینا اور عورتوں سے جماع کرنا حلال تھا۔ لیکن افطار سے لے کر رات بھر صبح صادق تک کھانے پینے کی اجازت مل گئی تو ان آیات کے ذریعہ سے اپنی بیویوں

کے ساتھ مباشرت کی بھی اجازت مل گئی تو ان آیات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی فیاضی کا اظہار ہوتا ہے کہ اس نے امتِ مسلمہ کے لیے کس قدر آسانی کر دی جو سابقہ شریعتوں میں نہ تھی۔

عورت مرد کا لباس ہے اور مرد عورت کا لباس اور زینت ہے۔ یعنی مرد اور عورت میں خفیہ راز ہوتا ہے کیونکہ مرد اور عورت کا آپس میں اتنا قریبی تعلق ہوتا ہے جتنا انسان کے جسم کے ساتھ لباس کا تعلق ہوتا ہے۔ اسی لیے ایک کو دوسرے کا لباس کہا گیا ہے۔

روزہ افطار کرنے سے لے کر سحری تک جو مسلمان اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرنا چاہیں وہ رمضان المبارک میں کر سکتے ہیں اور جو حضرات تقویٰ اور مجاہدہ کی خاطر نہ کرنا چاہیں تو نہ کریں ان پر بھی کوئی حرج نہیں۔ حتیٰ کہ عوام الناس کو یہاں تک آسانی دی گئی ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کے بعد حالتِ جنابت میں غسل کا وقت نہ پائے تو حالتِ جنابت میں روزہ رکھ لے اور بعد ازاں فوراً نہالے۔

روزہ کی حالت میں بیوی کے پاس جسمانی قربت اور پیار محبت کے لیے بیٹھنا ایک نہایت ہی نازک مسئلہ ہے اور اس مسئلہ کا حل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہوتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ فَرَخَّصَ لَهٗ وَاَتَاهُ اٰخَرُ فَنَهَاهُ فَاِذَا الَّذِیْ رَخَّصَ لَهٗ شَیْخٌ وَالَّذِیْ نَهَاهُ شَابٌّ ؕ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ دار کے مباشرت کرنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے اسے اجازت مرحمت فرمادی اور دوسرا آیا تو اسے منع فرمادیا کیونکہ جس کو اجازت دی تھی، وہ بوڑھا تھا اور جسے منع کیا تھا وہ جوان تھا (ابوداؤد)

مباشرت لپٹنے کو کہتے ہیں یعنی کھڑے ہی کھڑے اپنی بیوی کے جسم کو اپنے جسم سے لگانا یا لیٹ کر ایسا کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوان آدمی کو اس سے منع فرمایا اور بوڑھے کو اجازت مرحمت فرمادی۔

اس حدیث سے ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ایسے لوگ جو اپنے شہوانی جذبات کو قابو میں رکھ سکتے ہوں وہ روزہ کی حالت میں بیوی کے پاس بیٹھ سکتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس وہ آدمی جو بیوی کے پاس قربت میں بیٹھ کر اپنے جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکتے ہوں اور اس بات کا امکان ہو کہ وہ بیوی سے جماع کیے بغیر نہ رہ سکیں گے تو ان کے لیے بیوی سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔ البتہ بیوی کے پاس ویسے گھر میں بیٹھنے اٹھنے باتیں وغیرہ کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔

صوفیاء اور اہل تقویٰ کے خیال کے مطابق اہلِ خانہ کی صحبت اور جذباتی قربت سے بالکل پرہیز کرنا چاہیے۔ ہنسی مذاق اور دل لگی کی باتیں وغیرہ نہ کرنی چاہئیں بلکہ روزہ رکھ کر زیادہ سے زیادہ یادِ الٰہی میں مصروف رہنا چاہیے
اس ضمن میں صاحبِ تفسیر نعیمی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا زمانہ گویا ماہ رمضان ہے۔ نفس گویا بی بی ہے اور حقوق نفس کا ادا کرنا گویا مجامعت ہے۔ فرمایا گیا کہ زمانہ حضور میں غفلت کے اوقات میں تم اپنے نفوس کے حصے ان کو دے سکتے ہو۔ کیونکہ اس کو روح کے ساتھ وہ تعلق ہے جو لباس کو جسم سے ہوتا ہے۔ جیسے جسم کی حفاظت کے لیے کپڑے کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ یونہی روحانی نگرانی کے لیے نفس کا بھی خیال رکھو۔ رب جانتا ہے کہ راہ طریقت طے کرنے کی حالت میں تم سے کبھی خطا بھی ہو جاتی ہے اس کی معافی دی گئی اور آئندہ کے لیے تمہیں اجازت ہے کہ بقا بعد فنا کی حالت میں کبھی دنیوی حقوق بھی ادا کرو مگر اس کو ذریعہ تقویٰ سمجھ کر اور یہ جان کر کہ معبود نے اپنے بندوں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا اور یہ اس کی رضا کا ذریعہ ہے

روزہ نہ رکھنے کے شرعی عذرات

شریعت اسلامیہ کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے قوانین اور اصولی ضابطوں میں یکسانیت اور جاودانیت ہے جس کی بنا پر ان کا اطلاق طلوعِ اسلام سے لے کر تا قیامت اس خطۂ ارضی میں رہنے والے ہر دور کے انسانوں کے لیے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ اس دین کے معاملاتی قوانین اور عباداتی اصولوں میں خاص حالات اور وجوہات کی بنا پر مستثنیٰ صورتیں ہیں اور کئی ایک آسانیاں ہیں جن کی بنا پر ہر انسان کے لیے عمل پیرا ہونا نہایت ہی آسان ہے۔

رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کے سلسلے میں بہت سی شرعی سہولتیں ہیں جنھیں شرعی عذرات یعنی مجبوریاں کہا جاتا ہے جن کی بنا پر وقتی طور پر روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ مگر یہ خیال نہ کریں کہ مجبوری کی بنا پر روزہ معاف ہو جاتا ہے بلکہ جب وہ مجبوری یا شرعی عذر ختم ہو جائے تو اس چھوڑے ہوئے روزے کا رکھنا فرض ہے۔ البتہ قضا کا گناہ نہیں ہوگا۔ اس طرح قضا کیے ہوئے روزے سال بھر میں رکھنے کی اجازت ہے۔

سفر، حمل، بچہ کو دودھ پلانا، مرض، بڑھاپا، خوف، ہلاکت، اکراہ، نقصان عقل اور جہاد روزہ نہ رکھنے کے شرعی عذرات سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اجمالاً ان شرعی عذرات کا جو قرآن پاک میں ہیں، یوں ذکر فرمایا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ	رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن
اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى	اترا جو لوگوں کے لیے ہدایت اور راہنمائی

لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور فیصلہ کی روشن باتوں والا ہے تو تم میں سے جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو وہ اتنے روزے اور دنوں میں پورے کرلے۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور اس لیے کہ تم گنتی پوری کرو۔ اور اللہ کی بڑائی بولو۔ اس پر کہ اس نے تمھیں ہدایت کی اور تاکہ تم اس کا شکر ادا کرتے رہو۔

(پ ۲، بقرہ ۱۸۵)

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۗ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۗ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۗ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

گنتی کے دن ہیں۔ تو تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے اور جنھیں اس کی طاقت نہ ہو تو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا۔ پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ اور روزہ رکھنا تمھارے لیے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو

(پ ۲، بقرہ ۱۸۴)

مسئلہ ۱:۔ سفر خواہ کسی بھی غرض کے لیے ہو اور چاہے اس میں ہر طرح کی سہولتیں حاصل ہوں یا مشقتیں برداشت کرنی پڑ رہی ہوں۔ ہر حال میں مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے البتہ جس سفر میں کوئی خاص مشقت نہ ہو تو مستحب یہی ہے کہ روزہ رکھ لے تاکہ رمضان کی فضیلت و برکت حاصل ہو سکے لیکن مشقت و پریشانی کی صورت میں روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۲:۔ اگر روزے کی نیت کر لینے کے بعد یا روزہ شروع ہو جانے کے بعد کوئی شخص سفر پر روانہ ہو تو اس دن کا روزہ پورا کرنا ضروری ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی مسافر نصف النہار سے پہلے پہلے مقیم ہو جائے اور اس وقت تک اس نے روزے کو فاسد کرنے والا کوئی کام نہیں کیا ہے تو اس کے لیے بھی اس دن روزہ رکھنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۳:۔ اگر کوئی مسافر کسی مقام پر کچھ دن قیام کا ارادہ کرلے چاہے پندرہ دن سے کم ہی کا ارادہ کرے تب بھی بہتر یہ ہے کہ وہ روزہ رکھے، ان ایام میں روزہ نہ رکھنا مکروہ ہے اور اگر پندرہ دن قیام کا ارادہ کرے تو پھر روزہ نہ رکھنا جائز نہیں۔

مسئلہ ۴:۔ اگر روزہ نہ رکھنے سے کسی بیماری کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو یا یہ خیال ہو کہ دوا نہ ملنے کی وجہ سے یا غذا نہ ملنے کی وجہ سے بیماری بڑھ جائے گی۔ یا یہ خیال ہو کہ دیر میں صحت حاصل ہوگی تو ان تمام صورتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن یہ واضح رہے کہ ایسا خیال کرنے کی کوئی معقول وجہ ضرور ہونی چاہیے مثلاً کوئی نیک ماہر طبیب ہدایت کرے۔ یا اپنا بار بار کا تجربہ ہو یا گمان غالب ہو۔ محض یونہی وہم و خیال کی بنا پر روزہ ترک کر دینا جائز نہیں۔

مسئلہ ۵:۔ اگر کسی شخص نے محض اپنے وہم و خیال سے کہ شاید روزہ رکھنے سے مرض پیدا ہو جائے یا بڑھ جائے نہ خود اس کا کوئی تجربہ ہے اور نہ اس نے کسی ماہر حکیم اور ڈاکٹر ہی سے مشورہ لیا اور روزہ نہیں رکھا تو وہ گنہگار ہوگا اور اس کو کفارہ بھی دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۶:۔ حمل والی کو اگر اپنی جان کا بچہ کا صحیح اندیشہ ہے تو اجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھے۔ اگر روزہ کی نیت کر لینے کے بعد کسی خاتون کو معلوم ہوا کہ وہ حاملہ ہے اور اس کا گمان غالب یہ ہے کہ حمل کی صورت میں روزہ اس کے لیے بہتر نہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس دن کا روزہ پورا کرلے اور بعد کے روزے نہ رکھے۔

مسئلہ ۷:۔ عورت کو جب حیض و نفاس آگیا تو روزہ جاتا رہا۔ عورت حیض سے پورے دس دن رات میں فارغ ہوئی تو بہر حال کل کا روزہ رکھے اور کم میں پاک ہوئی تو اگر صبح ہونے کو اتنا وقت ہے کہ نہا کر خفیف سا وقت بچے گا تو بھی روزہ رکھے اگرچہ غسل نہ کیا ہو اور اگر نہا کر فارغ ہونے

کے وقت صبح چمکی تو روزہ نہیں۔ حیض و نفاس والی عورت کو اختیار ہے کہ چھپ کر کھائے یا ظاہراً۔ روزہ دار کی طرح رہنا اس پر ضروری نہیں (جوہرہ) مگر چھپ کر کھانا بہتر ہے۔

مسئلہ ۸:۔ دودھ پلانے والی کا اگر یہ خیال غالب ہو کہ روزہ رکھنے سے بچے کو دودھ پلانے میں نقصان ہوگا یعنی دودھ خشک ہو جائے گا۔ اور بچہ بھوک سے تڑپے گا یا خود ہی اپنی جان کا خطرہ ہے تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

مسئلہ ۹:۔ اگر کوئی شخص بھوک پیاس کی شدت سے اس قدر بیتاب ہو جاتا ہو کہ اس کی جان خطرے میں پڑ جاتی ہو یا عقل میں فتور آجاتا ہو تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

مسئلہ ۱۰:۔ ایسا بوڑھا آدمی جس کی عمر ایسی ہو گئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جائے گا جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہے نہ آئندہ اس میں اتنی طاقت آنے کی امید ہے کہ روزہ رکھ سکے گا تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ہر روزے کے بدلے میں صدقۂ فطر کی مقدار کسی مسکین کو دے دے (درمختار وغیرہ) بلکہ بہتر یہی ہے کہ بعض اوقات کھانا کھلانا دشوار ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۱۱:۔ اگر کسی پر بیہوشی طاری ہو جائے اور کئی دن تک یہی صورت رہے تو اس صورت میں جو روزے رکھے جائیں گے ان کی قضا واجب ہوگی البتہ جس شب میں بیہوشی طاری ہوئی ہے اگر اس دن بیہوش ہونے والے سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا ہے جو روزے کو فاسد کرنے والا ہو اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ بے ہوش ہونے والے نے روزے کی نیت کی تھی یا نہیں تو اس دن اس کا روزہ سمجھا جائے گا۔ اور اس دن کی قضا لازم نہ آئے گی البتہ بقیہ سارے دنوں کی قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ ۱۲:۔ اگر محنت مشقت کی وجہ سے جان ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو یا کوئی ظالم مجبور کر رہا ہو کہ اگر تو نے روزہ رکھا تو جان سے مار ڈالوں گا یا شدید مار لگاؤں گا یا کوئی عضو کاٹ لوں گا تو ایسے شخص کے لیے بھی اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے۔

مسئلہ ۱۳:۔ دشمنانِ دین سے جہاد کی نیت ہو اور یہ خیال ہو کہ روزہ رکھنے سے کمزوری آجائے گی تو اس صورت میں بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

نمازِ تراویح

نمازِ تراویح بڑی نفع بخش عبادت ہے اس کی بہت زیادہ برکات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے خاص بندے اسے غنیمت جانتے ہیں کہ اللہ کو راضی کرنے کا بہت اچھا موقعہ ملا ہے چنانچہ اس نماز کو بڑے خشوع اور خضوع سے ادا کرنا چاہیئے تاکہ اللہ کے ہاں درجات بلند ہوں۔

نمازِ تراویح کی ترغیب

ماہِ رمضان میں نمازِ عشاء کے فرضوں کے بعد ۲۰ رکعت نماز تراویح پڑھی جاتی ہے۔ تراویح ترویحہ کی جمع ہے جس کا مطلب آرام کرنا ہے۔ چونکہ نماز تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد تھوڑی سی استراحت کی جاتی ہے جس میں تسبیح پڑھی جاتی ہے اس لیے اسے نمازِ تراویح کہا جاتا ہے۔

نمازِ تراویح ہر مسلمان کے لیے بالاجماع سنت مؤکدہ ہے لہذا اسے چھوڑنا جائز نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کا اہتمام فرمایا اور صحابہ کرام رض نے بھی۔ جو شخص کسی عذر کے بغیر تراویح کی نماز ترک کرے گا گنہگار ہوگا۔ یہ جس طرح مردوں کے لیے سنتِ مؤکدہ ہے اسی طرح خواتین کے لیے بھی سُنتِ مؤکدہ ہے پھر یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ نمازِ تراویح روزے کے تابع نہیں ہے۔ یعنی یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ تراویح پڑھنا صرف اسی کے لیے ضروری ہے جس نے دن میں روزہ رکھا ہو۔ بلکہ دونوں الگ الگ عبادتیں ہیں۔ جو لوگ کسی عذر اور مجبوری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں، مثلاً کوئی مریض ہو یا سفر میں ہو اور روزہ نہ رکھے یا خواتین حیض و نفاس کی حالت میں ہوں اور تراویح کے وقت پاک صاف ہو جائیں تو ان کو نماز تراویح پڑھنا چاہیئے، نہ پڑھنے کی صورت میں ترکِ سنت کا گناہ لازم آئے گا۔

نمازِ تراویح کی بیس رکعت

نمازِ تراویح کی بیس رکعت پڑھنا سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ کے بعد صحابہ کا بھی یہی طرزِ عمل تھا۔ یعنی بیس رکعت سنتِ صحابہؓ بھی ہے۔ ایسے ہی بیشتر تابعین، تبع تابعین اور صوفیاء نے بیس رکعت ہی پڑھی ہیں۔ اس کے بارے میں روایات حسبِ ذیل ہیں:

(۱) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بیشک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

(سنن بیہقی ج ۲)

(۲) عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرُ ۔

حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ ہم حضرت عمرؓ کے دور میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

(سنن بیہقی)

(۳) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رَمَضَانَ بِثَلٰثٍ وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔

حضرت یزید بن رومان سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ رمضان میں ۲۳ رکعتیں پڑھا کرتے تھے (یعنی بیس تراویح کی اور تین وتر کی)

(موطا امام مالک)

(۴) وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ اَنَّ عَلِيًّا دَعَا الْقُرَّاءَ فِيْ رَمَضَانَ فَاَمَرَ رَجُلًا يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَكَانَ

حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمیؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو ۲۰ رکعت پڑھاؤ۔ حضرت علیؓ انھیں وتر پڑھاتے

علیؓ یوتر بھم تھے۔ (بیہقی)

مسائل نمازِ تراویح

۱۔ نمازِ تراویح کا وقت

نماز تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے فرض پڑھنے کے بعد سے شروع ہو کر طلوع فجر تک ہے۔ نماز وتر تراویح سے پہلے پڑھنا جائز ہے لیکن نماز تراویح کے بعد مستحب ہے بلکہ تراویح کے بعد وتر با جماعت پڑھنا بہت بہتر ہے۔ (درمختار)

اگر کسی وجہ سے تراویح پڑھنے کا وقت نکل جائے تو پھر ان کی قضا نہیں۔ اگر کسی نے بطور قضا تراویح پڑھ لیں تو وہ تراویح نہیں بلکہ نفل ہوں گے۔ (درمختار)

۳۔ تراویح سنت مؤکدہ ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کو تم پر فرض اور قیام (تراویح) کو سنت کیا ہے لہذا جو شخص ایمان اور حصول ثواب کی نیت سے روزے رکھے گا وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح نکل جائے گا جس دن کہ اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (نسائی)

اس امر پر سب کا اتفاق ہوا ہے کہ تراویح کی نماز مرد اور عورت دونوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے۔ (درمختار)

۴۔ تراویح میں ایک بار قرآن مجید پڑھنا سنت ہے

رمضان المبارک کی نماز تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے البتہ دو یا تین بار ختم کرنا افضل ہے اگر ایک بار قرآن پاک ختم کرنا ہو تو بہتر یہ ہے کہ ستائیسویں شب میں ختم ہو لیکن تراویح آخر رمضان تک برابر پڑھنی چاہئیں، قرآن پاک کی قرأت میں بہت جلدی کرنا اچھا نہیں بلکہ مناسب ترتیل سے قرآن پڑھا جائے تو اچھا ہے۔ اگر کسی وجہ سے تراویح

ہیں قرآن پڑھنے کے لیے حافظِ قرآن نہ ملے تو پھر سورتوں کے ذریعے تراویح پڑھنا یا پڑھانا جائز ہے جو بھی سورتیں یاد ہوں پڑھ لیں۔ (بہارِ شریعت)

۵۔ نمازِ تراویح میں قراءت

تراویح میں قرأت کی کوئی مقدار مقرر نہیں لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم طویل قرأت کیا کرتے تھے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قاری نمازِ تراویح میں وہ سورتیں پڑھتا تھا جو سَو آیتوں سے زیادہ ہوتی تھیں یہانتک کہ ہم قیام کی طوالت سے مجبور ہو جاتے تھے کہ عصا کا سہارا لیں اور ہم فجر کے قریب اس نماز سے فارغ ہوتے تھے۔ (مالک)

۶۔ تراویح دو دو رکعت کر کے پڑھنی چاہیئے

تراویح کا دو دو کر کے پڑھنا افضل ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تراویح کی نماز دو دو رکعتیں کر کے پڑھا کرتے تھے۔ بخاری اور مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں کر کے ہے لہٰذا تراویح کی دو رکعت ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے اور چار رکعتوں میں بھی مضائقہ نہیں اور آٹھ رکعت ایک سلام سے پڑھنے میں بھی کراہت نہیں۔ البتہ اس سے زیادہ خلافِ اولیٰ اور مکروہ ہیں (کبیری)

تراویح کی ۲۰ رکعتیں دس سلام سے پڑھیں یعنی ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیریں۔ اگر کسی نے بیس رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرا تو اگر ہر دو رکعت پر قعدہ کرتا رہا تو بیس تراویح ہو جائیں گی مگر کراہت کے ساتھ اور اگر بیچ میں قعدہ نہ کیا تھا تو دو رکعت کے قائم مقام ہوئیں۔ ہر دو رکعت پر نیت کرنی چاہیئے اگر ایک ساتھ بیسوں کی نیت کر لی جائے تو بھی نیت ہو جائے گی۔ اگر اکیلے پڑھیں تو چار رکعت کر کے بھی پڑھ سکتے ہیں۔

۷۔ چار رکعت کے بعد تسبیح پڑھنا

ہر چار رکعت پر کچھ دیر بیٹھنا چاہیے اس بیٹھنے کے دوران نمازی کو اختیار ہے کہ وہ چپکے بیٹھا رہے یا کلمہ پڑھے یا درود شریف پڑھے یا یہ تسبیح پڑھے مگر تسبیح پڑھنا زیادہ اچھا ہے۔ (بہار شریعت)

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَ الْمَلَکُوْتِ ط سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَ الْعَظَمَۃِ وَ الْھَیْبَۃِ وَ الْکِبْرِیَاءِ وَ الْجَبَرُوْتِ ج سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَ لَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَ الرُّوْحِ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ ؕ	پاک ذات ہے اللہ کی جو ملک اور بادشاہت والا ہے۔ پاک ذات ہے اللہ کی جو عزت والا اور عظمت والا ہے اور ہیبت والا اور قدرت والا ہے اور بڑائی والا اور دبدبہ والا ہے۔ پاک ذات ہے اللہ کی جو بادشاہ ہے، زندہ رہنے والا ہے ہمارا پروردگار، جو نہ سوتا ہے نہ اس کو موت ہے، فرشتوں اور روح کا پروردگار ہے۔ اے اللہ بچا ہم کو (دوزخ کی) آگ سے۔ اے بچانے والے اے پناہ دینے والے، اے نجات دینے والے۔

۸۔ نماز تراویح سے قبل ادائیگی فرض

نماز تراویح سے پہلے عشاء کے فرض پڑھنے ضروری ہیں جس نے عشاء کی فرض نماز نہ پڑھی ہو وہ نہ تراویح پڑھ سکتا ہے نہ وتر جب تک کہ فرض نماز نہ ادا کرے۔

اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ عشاء کی نماز ہو چکی ہو تو اسے چاہیے کہ پہلے عشاء کے فرض اور سنتیں پڑھ لے۔ پھر تراویح میں شریک ہو اور اگر اس دوران میں تراویح کی کچھ رکعتیں ہو چکی ہوں تو ان کو وتر پڑھنے کے بعد پڑھے۔ (در مختار)

۹۔ نمازِ تراویح میں شریک ہونے کی شرط

اگر سب لوگوں نے عشاء کی نماز ترک کر دی تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھیں۔ ہاں عشاء جماعت سے ہوئی اور بعض کو جماعت نہ ملی تو یہ جماعتِ تراویح میں شریک ہوں۔ اگر عشاء جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا تو وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور اگر عشاء تنہا پڑھ لی اگرچہ تراویح باجماعت پڑھی تو وتر تنہا پڑھے۔ (دُرِ مختار، رد المحتار)

۱۰۔ رکعات میں کمی بیشی کا ازالہ

اگر دو رکعت تراویح کی نیت کی اور دوسری رکعت پر قعدہ کرنا بھول گیا۔ تو تیسری رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آنے پر بیٹھ جائے اور اگر سجدہ کر لیا تو ایک رکعت اور ملا کے چار رکعت کر لے دو رکعت تراویح ہو جائیں گی اور دو نفل۔ دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو کرے اور زائد رکعتوں میں پڑھا ہوا قرآن معتبر ہوگا اور اگر دوسری رکعت کے بعد التحیات پڑھ کے (قصداً یا سہواً) تیسری کے لیے کھڑا ہو گیا اور چار رکعت پڑھ لیں تو بلا سجدۂ سہو چاروں رکعت تراویح شمار ہو جائیں گی۔ اگر کسی نے دو کی بجائے چار رکعت تراویح کی نیت کی پھر درمیان میں قعدہ کرنا بھول گیا اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لیا تو اس کی دو رکعت تراویح ہوں گی۔ دو اور پڑھے اور قرآن کا اعادہ نہ کرے۔

۱۱۔ دوبارہ نمازِ تراویح کی جماعت نہیں

لوگوں نے تراویح پڑھ لی۔ اب دوبارہ پڑھنا چاہتے ہیں تو تنہا تنہا پڑھ سکتے ہیں۔ جماعت کی اجازت نہیں۔ افضل یہ ہے کہ ایک امام کے پیچھے تراویح پڑھیں اور دو کے پیچھے پڑھنا چاہیں تو بہتر یہ ہے کہ پورے ترویحہ پر امام بدلیں مثلاً آٹھ ایک امام کے پیچھے اور بارہ دوسرے امام کے پیچھے۔ نابالغ کے پیچھے بالغین کی تراویح نہ ہوگی۔ یہی صحیح ہے۔ (عالمگیری)

۱۲۔ عشار کی نماز میں کمی کا ازالہ

اگر کوئی شخص عشار کی نماز کے بعد تراویح پڑھ چکا ہو اور پڑھ چکنے کے بعد (ادا وقت ہیں) معلوم ہوا کہ عشار کی نماز میں کچھ غلطی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے عشار کی نماز نہیں ہوئی تو اسے عشار کی نماز کے اعادہ کے بعد تراویح بھی دوبارہ پڑھنی چاہئیں اور وتر بھی۔

۱۳۔ عذر کے باعث بیٹھ کر تراویح پڑھنا

شرعی عذر کے باعث بیٹھ کر تراویح پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر مقتدی کے لیے یہ جائز نہیں کہ بیٹھا رہے اور جب امام رکوع کرنے کو ہو تو وہ کھڑا ہو جائے کہ یہ منافقین سے مشابہت ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

اِذَا قَامُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی ؕ — منافق جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو تھکے جی سے۔

۱۴۔ نماز تراویح اکیلے پڑھنا

اگر کسی شخص نے نماز تراویح گھر میں تنہا پڑھ لی تو گنہگار نہیں مگر جو شخص مقتدا ہو کہ اس کے ہونے سے جماعت بڑی ہوتی ہے اور چھوڑ دے گا تو لوگ کم ہو جائیں گے اسے بلا عذر جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ تراویح با جماعت مسجد میں پڑھنا افضل ہے۔ اگر گھر میں جماعت سے پڑھی تو جماعت کے ترک کا گناہ نہ ہوا مگر وہ ثواب نہ ملے گا جو مسجد میں پڑھنے کا تھا۔ (عالمگیری)

۱۵۔ تلاوت میں آیت رہ جانے کا تدارک

نماز تراویح میں قرآن مجید پڑھتے ہوئے اگر کوئی آیت، لفظ یا سورت رہ جائے اور حافظ اس آیت یا سورت کے آگے پڑھنے لگے۔ نہ ہی سامع نے لقمہ دیا اور پھر یاد آ گیا کہ فلاں آیت یا سورت چھوٹ گئی ہے تو اس کا بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ چھٹی ہوئی آیت یا سورت کو پڑھے

پھر جس قدر قرآن شریف چھوٹ جانے کے بعد پڑھ لیا تھا اس کو دوبارہ پڑھے تاکہ قرآن مجید باترتیب ختم ہو۔

۱۶۔ رکعات میں شبہ

تراویح کی رکعات کے بارے میں اگر شک ہو جائے اور مقتدیوں میں رکعات کے بارے میں اختلاف ہو تو امام کے قول کا اعتبار ہے۔

اگر امام کو رکعتوں کی تعداد میں شک ہو جائے تو مقتدیوں کی رائے پر عمل کیا جائے گا لیکن اگر مقتدیوں میں بھی اختلاف ہے تو پھر ان لوگوں کی بات مانی جائے گی جو امام کے نزدیک سچے اور قابلِ اعتبار ہیں۔

امام کو شک ہو گیا ہے کہ ۱۸ رکعتیں ہوئی ہیں یا ۲۰۔ اور مقتدیوں میں بھی اختلاف ہے اور امام کو مقتدیوں میں سے کسی کے قول پر اعتبار بھی نہیں تو اس صورت میں امام اور مقتدی بلا جماعت دو رکعتیں تراویح پڑھ لیں۔

اٹھارہ رکعتیں پڑھ کر امام سمجھا کہ بیس پوری ہو گئیں اور وتر کی نیت باندھ لی لیکن دو رکعت پڑھ کر یاد آیا کہ دو رکعتیں باقی رہ گئی ہیں پھر دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو یہ دو رکعتیں تراویح کی شمار نہ ہوں گی۔ (خانیہ)

۱۷۔ مسائلِ وتر

وتر نمازِ تراویح سے پہلے پڑھ لینا بھی درست ہے لیکن تراویح کے بعد پڑھنا بہتر ہے۔ (مراقی)

رمضان المبارک میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔ خواہ اسی امام کے پیچھے جس کی اقتدا میں عشاء و تراویح پڑھی ہیں یا کسی دوسرے کے پیچھے یہ جائز ہے کہ ایک شخص عشاء کی نماز اور وتر پڑھائے اور دوسرا تراویح۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نمازِ عشاء اور وتر کی امامت کرتے تھے اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ تراویح کی۔ (عالمگیری)

اگر عشاء کے فرض جماعت سے نہیں پڑھے اور عشاء کی نماز تنہا پڑھنے کے بعد تراویح میں امام کے ساتھ شریک ہو گیا تو وتر بھی جماعت کے ساتھ پڑھ

سکتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ایسا شخص وتر تنہا پڑھے۔

اگر نمازِ عشاء با جماعت پڑھی اور تراویح بلا جماعت تو وتر کی جماعت میں شریک ہوا جا سکتا ہے۔ اگر عشاء تنہا پڑھی اور اگرچہ تراویح جماعت سے تو وتر تنہا پڑھے۔ (بہارِ شریعت)

مذکورہ صورتوں میں کوئی وتر تنہا پڑھے یا جماعت سے پڑھے، دونوں ہی صورتیں درست ہیں۔ لیکن رمضان المبارک میں وتر جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔

اگر کوئی مسبوق وتر کی نماز میں تیسری رکعت کے رکوع میں شامل ہوا تو وہ اپنی نماز میں دعائے قنوت نہ پڑھے کیونکہ رکوع کی حالت میں شریک ہونے سے جب پوری رکعت کا پانے والا ہو چکا تو قنوت کا پانے والا بھی ہو گیا۔ اس لیے اب تراویح پڑھانے کی اُجرت دینا یا لینا ناجائز ہے۔ اُجرت لینے والا اور دینے والا دونوں ہی گنہگار ہیں۔ پیشگی اُجرت مقرر کر لینا کہ یہ لیں گے یا یہ دیں گے یا اجرت کی مقدار طے نہ کی ہو بلکہ معلوم ہو کہ ہمیں کچھ ملتا ہے تو یہ بھی ناجائز ہے۔ اگر کہہ دیا جائے کہ کچھ نہیں دیا جائے گا یا حافظ صاحب کہہ دیں کہ کچھ نہیں لیں گے۔ اور تراویح پڑھا دیں۔ پھر اس کے بعد مقتدی حافظ صاحب کی خدمت کر دیں تو مضائقہ نہیں۔ (بہارِ شریعت)

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عورت مردوں کی امام نہیں ہو سکتی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کوئی عورت کسی مرد کی امامت نہ کرائے۔ (ابن ماجہ)

البتہ عورت کا عورتوں کی امامت کرانا جائز ہے اگرچہ بہتر یہ ہے کہ وہ تراویح الگ الگ پڑھ لیں۔

شبِ قدر

لیلۃ القدر ایک مقدس رات ہے جو بڑی عظمت و بزرگی اور خیر و برکت والی رات ہے۔ اس کے فضائل اور فیوض و برکات بیشمار ہیں لہذا اس رات کے انعام و اکرام سے قربِ الہٰی حاصل ہوتا ہے۔ اس رات کی عبادت میں رضائے الہٰی ہے۔ اس برکت والی رات کو اردو اور فارسی میں شبِ قدر اور عربی میں لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔ لیل کے معنی رات کے ہیں اور قدر کے معنی عربی میں بزرگی عظمت اور بڑائی اور عزت کے ہیں لہذا لیلۃ القدر کے معنی عزت اور قدر و منزلت والی رات کے ہوئے۔

لیلۃ القدر صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہی کو عطا کی گئی ہے اور کسی اُمت کو یہ تحفہ نہیں ملا۔ کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ وَھَبَ لِاُمَّتِیْ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ لَمْ یُعْطِھَا مَنْ کَانَ قَبْلَھُمْ۔	بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر میری اُمت ہی کو عطا کی ہے ان سے پہلے کسی اُمت کو یہ نہیں ملی۔ (کنز العمال)

لیلۃُ القدر کی فضیلت

لیلۃ القدر کی فضیلت کے بارے میں کلام الہٰی میں ایک پوری سورۃ کا نزول ہوا ہے جسے سورۂ قدر کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اسے قدر والی رات کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ	بیشک ہم نے اسے (قرآن مجید کو) شبِ قدر میں اتارا۔ اور تم نے کیا جانا کہ شبِ قدر کیا ہے۔ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر

شَھْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

ہے۔ اس میں فرشتے اور جبریل امین اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے اترتے ہیں۔ اس رات میں صبح طلوع ہونے تک سلامتی رہتی ہے۔

اس سورت میں پانچ آیتیں، تیس کلمات اور ایک سو بارہ حروف ہیں اور اس سورت کے مقامِ نزول کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول ہے کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اسی لیے حضرت سیوطیؒ نے اسے مکی قرار دیا ہے۔ لیکن بعض حضرات اسبابِ نزول سے قیاس کرتے ہوئے اس سورت کو مدنی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر قولِ اول قابلِ ترجیح ہے۔

شانِ نزول

اس سورت کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے ایک معتبر راوی سے یہ روایت اپنی کتاب میں بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی امتوں کی عمروں پر توجہ کی تو یہ بات معلوم ہوئی کہ اگلے لوگوں کی عمریں بہت زیادہ ہوتی تھیں تو آپ کو خیال گزرا کہ میری امت کی عمریں ان کے مقابلہ میں کم ہیں تو نیکیاں بھی کم رہیں گی اور پھر درجات اور ثواب میں بھی کمی رہے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ رات عنایت فرمائی اور اس کا ثواب ایک ہزار مہینے کی عبادت سے زیادہ دینے کا وعدہ فرمایا۔ (مؤطا امام مالک)

رمضان المبارک میں شبِ قدر

آپ نے رمضان میں ایک موقعہ پر فرمایا کہ یہ مہینہ تمھارے پاس آگیا ایک باعظمت اور برکت والا مہینہ۔ ایسا مہینہ کہ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (ابن ماجہ)

ایک اور موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ تمھارے پاس ایک باعظمت اور برکت والا ایسا مہینہ آگیا کہ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

شب قدر آخری عشرے میں

شب قدر کے رمضان میں ہونے کے تعین کے بعد احادیث کی روشنی میں

یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ رمضان کے آخری عشرے میں سے کوئی رات ہوتی ہے۔ رمضان کے اکیسویں روزے سے لے کر ۲۹ ویں یا ۳۰ ویں روزے تک کے دنوں کو آخری عشرہ کہا جاتا ہے۔ عشرہ عربی میں دس کے لیئے بولا جاتا ہے لہذا رمضان کے آخری روزوں کو آخری عشرہ کا نام دے دیا گیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

(بخاری شریف)

آخری عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے۔ عام ہے کہ مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا۔ اس حساب سے حدیث بالا کے مطابق شب قدر کی تلاش ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ ویں راتوں میں کرنا چاہیئے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُوْلُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھتے اور فرماتے کہ شب قدر کو آخری عشرہ رمضان میں تلاش کرو۔

(بخاری شریف)

ستائیسویں رات بحیثیت شب قدر

ائمہ مجتہدین کے ایک گروہ نے اپنے خیال کے مطابق رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو لیلۃ القدر قرار دیا اور ان کے خیال کے مطابق

ہر سال ستائیسویں رات ہی شب قدر ہوتی ہے۔ حضرت ابی بن کعب ستائیسویں شب کو یقیناً شب قدر کہتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی اسی کے قائل تھے اور فرماتے ہیں کہ زیادہ با وثوق ستائیسویں شب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ بھی اسی کے قائل تھے۔ اکثر مفسرین اور علماء کرام بھی اسی پر اتفاق رائے کرتے ہیں کہ شب قدر ستائیسویں رات ہی ہوتی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ بھی اسی کے حامی تھے۔

ستائیسویں رات کو ویسے بھی آخری راتوں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ اس رات کو اکثر مساجد میں تراویحوں میں قرآن پاک مکمل ہونے پر ختم شریف ہوتا ہے لہذا یہ رات "جشنِ قرآن" کے نام سے مشہور ہو گئی ہے۔ اور اس رات مساجد میں بھی خوب رونق ہوتی ہے اور لوگ جوق در جوق آ کر عبادت کرتے ہیں۔ اس لیے ستائیسویں کی فضیلت زیادہ ہے۔

میرے خیال کے مطابق شب قدر آخری عشرہ کی طاق راتوں میں بدل بدل کر آتی ہے لیکن زیادہ تر ستائیسویں رات ہی ہوتی ہے کیونکہ اس رات کو عموماً جشنِ قرآن منایا جاتا ہے اور اسی رات کا شب قدر ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔

شبِ قدر کی علامات

شب قدر صاف شفاف، چمکدار اور کھلی ہوتی ہے اس رات میں نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے اور نہ زیادہ سردی۔ بلکہ یہ رات موسم بہار کی راتوں کی مانند ہوتی ہے معتدل اور خوشگوار فضا ہوتی ہے۔ اس رات میں شہاب ثاقب نہیں ٹوٹتے۔ رات کے پچھلے پہر تو بے حد کیف و سرور ہوتا ہے۔ آسمانوں کی طرف دیکھنے سے نور زمین کی طرف آتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی علامت ہے کہ شبِ قدر کے بعد والی صبح کو سورج میں تیزی نہیں ہوتی۔

اس رات رحمتِ خداوندی کا دنیا والوں پر اتنا نزول ہوتا ہے کہ بیان سے

باہر ہے اور ایسی رات میں اہلِ ایمان کا دل عبادت کرنے کو خواہ مخواہ کرتا ہے۔ ان کی طبیعت قدرتی طور پہ عبادت کی طرف کچھ زیادہ ہی راغب ہوتی ہے۔

بعض بزرگوں نے رمضان کی ۲۷ ویں شب میں سمندر کا پانی چکھا تو میٹھا معلوم ہوا

بعض بزرگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ شب قدر میں ہر چیز سجدہ ریز ہوتی ہے یہاں تک کہ درخت بھی اس رات میں سجدہ کرتے ہیں اور زمین پر گر پڑتے ہیں پھر اپنی جگہ پر آجاتے ہیں مگر عام لوگوں کی نسبت اہلِ نظر کو شب قدر کا زیادہ مشاہدہ ہوتا ہے۔ دراصل اس رات کا مزہ اور سرور الفاظ میں کیسے بیان کیا جا سکتا ہے کیونکہ جو بات انسان کے ذاتی تجربے اور مشاہدے میں آتی ہے وہ اوراق میں کیسے پیدا کی جا سکتی ہے۔

اس رات کو عشاء اور فجر کی نماز با جماعت ادا کرنی چاہیے کیونکہ نماز باجماعت ادا کرنے کا جو ثواب ہے وہ شب بیداری سے زیادہ ہے اس لیے پہلے نماز بعد میں شب بیداری کا مقام ہے اور اسی پر عمل کرنا بہتر ہے۔

عارفین اور اولیاء کرام کو اللہ کی رحمت سے یہ رات معلوم ہو جاتی ہے کیونکہ اس رات کو وہ اپنی باطنی نگاہ سے عرش معلّی سے ایک قسم کے نور کا ظہور دیکھتے ہیں جو آسمانوں اور دنیا والوں پر ظاہر ہوتا ہے جو عام راتوں میں نہیں ہوتا صرف شبِ قدر میں نازل ہوتا ہے۔ اللہ کی اس رحمت کے ظہور سے انھیں شبِ قدر کا علم ہو جاتا ہے اس کے علاوہ شبِ قدر میں زمین پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور انھیں اپنی باطنی نگاہ سے جب ملائکہ نظر آتے ہیں تو اس سے بھی شبِ قدر کا علم ہو جاتا ہے۔ باقی جنھیں اللہ تعالیٰ شبِ قدر کے بارے میں بتانا چاہے بتا دیتا ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جو اللہ کا بن گیا اللہ اس کا بن جاتا ہے اور ان کی ہر رات ہی مثلِ شبِ قدر ہو جاتی ہے۔

جن لوگوں نے شبِ قدر دیکھی ہے ان کا کہنا ہے کہ ایک خاص قسم کی روشنی ظاہر ہوتی ہے لیکن اس کا ظہور صرف ان لوگوں پر واضح ہوتا ہے جن پہ اللہ ظاہر

کرنا چاہیے ورنہ ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے دو انسانوں میں سے ایک اس رات جلوہ پا جاتا ہے اور دوسرا محروم رہ جاتا ہے اور وہ جلوہ نہیں دیکھ پاتا

تلاشِ شبِ قدر

شبِ قدر تلاش کرنے کا خاص طریقہ اعتکاف ہے یعنی رمضان کے آخری عشرہ میں کسی مسجد میں اللہ کو یاد کرنے کی غرض سے بیٹھ جائے۔ اعتکاف کا اصل مقصد بھی شبِ قدر کی تلاش اور اس کے فیوض و برکات کا حصول ہے کیونکہ دنیا سے الگ تھلگ ہو کر مسجد کے ایک گوشے میں دن رات محوِ عبادت ہو جانا اعتکاف ہے۔ اعتکاف کی راتوں میں لامحالہ شبِ قدر آئے گی۔ اس لیے اعتکاف میں شب بیداری بہت ضروری ہے کیونکہ اللہ کے حضور میں رات کے وقت بیدار ہو کر ذکر و فکر میں مشغول رہنے والا غفلت کی نیند سونے والے سے ہر حال میں بہتر ہے اس لیے معتکف حضرات کو خصوصی طور پر اعتکاف کی راتوں میں خصوصاً طاق راتوں میں پچھلے پہر ضرور بیدار رہنا چاہیے۔ کیا معلوم اللہ کی رحمت کا جلوہ کب ہو جائے۔ شبِ قدر کی سعادتمندی سے بہرہ ور ہونے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود رمضان کے آخری دس دنوں میں جس قدر سخت محنت کرتے اتنی اور کسی وقت میں نہ کرتے تھے۔ (مسلم)

عباداتِ شبِ قدر

شبِ قدر خصوصاً عبادت اور یادِ الٰہی کی رات ہے اس لیے ہر مسلمان کو اس رات میں ہر کام سے فارغ ہو کر اللہ کی عبادت میں محو ہو جانا چاہیے کیونکہ انسانی زندگی کا یہی اصل مقصد تو عبادت ہی ہے اور زندگی میں ایسے مواقع بار بار کہاں میسر آتے ہیں لیکن بیشتر مسلمان شبِ قدر کی اہمیت کو مدِنظر نہیں رکھتے اور یہ رات بھی غفلت میں گزار دیتے ہیں اور اس رات کے فیوض و برکات سے محروم رہ جاتے ہیں جو ہزار مہینے کی عبادت سے بھی افضل ہے۔

شبِ قدر میں ہر طرح عبادت شروع کرنے سے پہلے مسلمان کو یہ بات ذہن

میں رکھنی چاہیئے کہ عبادت کے لیے اس کی نیت کا درست ہونا ضروری ہے۔ نیت کی درستی ایمان کا ایک حصہ ہے کیونکہ نیت کی درستی کے بغیر عبادت کی روح قائم نہیں ہوتی۔ عبادت صرف رسماً اور عادتاً نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ نیت میں رضائے الٰہی مدنظر ہونی چاہیئے۔ یعنی اور کوئی مقصد مثلاً دکھاوا، طمع لالچ وغیرہ نہیں ہونا چاہیئے۔

عبادت شروع کرنے سے پہلے جسم اور لباس کا پاکیزہ ہونا بھی بہت ضروری ہے کیونکہ پاکیزگی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اسی لیے تو طہارت کو نصف ایمان کہا گیا ہے لہذا شب قدر میں رات کو غسل کرنا بہت ہی بہتر ہے یعنی شام ہوتے ہی نہایا دھویا جائے اور پھر صاف اور پاکیزہ لباس پہن کر مصروف عبادت ہونا چاہیئے۔ شب قدر میں مسلمانوں کو جس طرح عبادت کرنی چاہیئے اور عبادت کا جو انداز اختیار کرنا چاہیئے وہ مندرجہ ذیل ہے:

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَالَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنی عبادت رمضان کے آخری عشرہ میں کرتے تھے اتنی دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔ (مسلم)

اس حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے رمضان المبارک کے آخری عشرے میں کثرت سے عبادت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ آپؐ اس عشرے میں عام دنوں کی نسبت بہت زیادہ اللہ کو یاد کرتے اور اللہ کے حضور سجدہ ریزی

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لِيْ بَادِيَةً

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں

اَكُوْنُ فِيْهَا وَاَنَا اُصَلِّيْ فِيْهَا بِحَمْدِ اللّٰهِ فَمُرْنِيْ بِلَيْلَةٍ اَنْزِلُهَا اِلٰى هٰذَا الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَنْزِلْ لَيْلَةَ ثَلٰثٍ وَّعِشْرِيْنَ ۔ قِيْلَ لِابْنِهٖ كَيْفَ كَانَ اَبُوْكَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ اِذَا صَلَّى الْعَصْرَ فَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ لِحَاجَةٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ الصُّبْحَ فَاِذَا صَلَّى الصُّبْحَ وَجَدَ دَابَّتَهٗ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَلَحِقَ بِبَادِيَتِهٖ ۔

جنگل میں رہتا ہوں اور اللہ کے فضل وکرم سے وہیں مصروف عبادت رہتا ہوں آپ مجھے ایک رات بتادیں تاکہ اس رات میں مسجد میں حاضر ہوجایا کروں۔ تو آپ نے فرمایا تم رمضان کی ستائیسویں تاریخ کو مسجد میں آیا کرو۔ (راوی کہتے ہیں) جب جناب عبداللہ کے بیٹے سے معلوم کیا گیا کہ تمھارے والد کس طرح عمل کرتے تھے تو انھوں نے بتایا کہ وہ عصر کی نماز کے بعد مسجد میں آجاتے تھے اور اس کے بعد کسی ضرورت کے علاوہ مسجد سے نہیں نکلتے تھے یہاں تک کہ فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی سواری مسجد کے دروازہ پر پاتے اور اس پر بیٹھ کر جنگل چلے جاتے تھے۔ (ابوداؤد)

شب بیداری

شب قدر میں شب بیداری بہترین اعمال میں سے ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ تلاش شب قدر کے لیے جاگتے رہتے لہذا اس کے پیش نظر ہمیں بھی جاگنا چاہیئے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں خود بھی شب بیدار رہتے اور گھر والوں کو بھی شب بیدار رکھتے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهٗ وَاَحْيٰى لَيْلَهٗ

حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہبند مضبوط باندھ لیتے۔ (تیار ہوجاتے) راتوں کو خود بھی جاگتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے

وَ اَیْقَظَ اَھْلَہٗ (بخاری شریف)

شب بیداری کا سنت طریقہ تو یہی ہے کہ پورا عشرہ راتوں کو جاگا جائے۔ اگر کوئی یوں نہ کر سکے تو طاق راتوں میں شب بیدار رہے۔ اگر کوئی ایسا بھی نہ کر سکے، تو اسے چاہیئے کہ ۲۷ ویں رات کو لازم شب بیدار رہے جو عموماً شب قدر ہوتی ہے۔ جو حضرات اعتکاف میں بیٹھے ہوں ان کے لیے شب بیداری مشکل نہیں انھیں تو لازم چاہیئے کہ پورا اعتکاف شب بیداری میں گزاریں۔ شب بیداری کے لیے مسجد بہتر ہے۔ اگر مسجد میں شب بیداری نہ کر سکیں تو جہاں چاہیں شب بیداری میں مصروف رہیں۔

مسجد میں شب، بیداری کا طریقہ یہ ہے کہ شب قدر میں شام کی نماز کے بعد ضروری کام سے فارغ ہو جائے۔ صاف ستھرا لباس پہن کر باوضو ہو کر مسجد میں جائے وہاں عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور تراویح کی نماز میں بھی شرکت کرے اس کے بعد جب تراویح اور نماز پڑھ چکے تو مسجد میں کسی ایک مقام پر بیٹھ جائے اور یادِ الٰہی میں مصروف ہو جائے۔ جب نیند آنے لگے تو دوبارہ وضو کر لے یا اسی مقام پر کھڑا ہو جائے۔ غرضیکہ ہر ممکن طریقے سے نیند نہ آنے دے اور ساری رات یونہی مسجد میں عبادت میں گزار دے۔ سحری کے وقت قریبی مقام یا گھر سے سحری کھا لے اور دوبارہ پھر مسجد میں چلا آئے اور وہاں فجر کی نماز با جماعت ادا کرے۔ مسجد میں جتنا وقت بھی گزارے اس میں نفلی اعتکاف کی نیت کر کے بیٹھے، دوران شب بیداری دنیا کی باتیں نہ کرے۔ دنیاوی گفتگو سے عبادت کی لذت اور سرور جاتا رہتا ہے لہذا باتوں سے اجتناب ضروری ہے۔

شب قدر میں شب بیداری کوئی مشکل نہیں بلکہ بڑی پُرکیف ہے کہ انسان اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے اس کی یاد میں بیٹھے۔ شب بیداری میں جو عمل بھی کیا جائے اس میں اخلاص کا ہونا بہت ضروری ہے۔ امت مسلمہ سے بے شمار صوفیاء اور صالحین کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اتباع سنت میں شب قدر کی تلاش میں شب بیداری

کرتے رہے ہیں لہٰذا توشۂ آخرت جمع کرنے کی غرض سے ہمیں بھی شبِ قدر میں شب بیداری کرنی چاہیئے کیونکہ شب بیداری کی معمولی سی تکلیف کا اجر بہت زیادہ ہے انسان کو چاہیئے کہ اس رات دنیاداری کے کاموں سے بالکل اپنے آپ کو فارغ رکھے اور اللہ کی یاد میں خود کو مصروف کرے بہتر تو یہ ہے کہ شبِ قدر کسی اللہ والے کی صحبت میں گزارے پھر دیکھئے کہ شب بیداری میں کتنی لذت محسوس ہوتی ہے ۔

نوافل شبِ قدر

شبِ قدر میں جس طرح بھی اور جتنا بھی اللہ کے حضور اپنا عجز و نیاز پیش کیا جائے کم ہے ۔ چنانچہ شبِ قدر میں بیدار رہ کر ہم بھی اسی طرح عبادت کریں جس طرح ہمارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے یعنی کثرت سے نوافل پڑھیں تاکہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے کیونکہ اللہ کو قیام رکوع و سجود بہت پسند ہے اور یہ تینوں باتیں نمازمیں پائی جاتی ہیں ۔ لہٰذا شب قدر کی رات کو عشاء اور فجر کی نماز کی ادائیگی از حد ضروری ہے کیونکہ نفلی عبادت فرضی عبادت کے بعد ہے اور یہ فرضی عبادت کسی حالت میں بھی اس رات کو ترک نہ ہونے دیں ۔ اگر یہ نمازیں انسان نہ ادا کرے تو پھر رات بھر جاگنے اور نوافل پڑھنے کا کوئی خاص فائدہ نہیں اور یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ ملازم کے ذمہ اس کی ڈیوٹی کی ادائیگی ہو اور وہ ملازم اپنی مقررہ ڈیوٹی تو ادا نہ کرے اور کہے کہ میں اوور ٹائم لگاؤں گا تو مالک کیا کہے گا ، کیا خوب ! تو اپنا فرض تو پورا نہیں کرتا مگر اوور ٹائم لگانے کو تیار ہے ۔ اس لیے پہلے فرائض ادا کریں پھر نوافل کی طرف متوجہ ہوں ۔

نوافل پڑھنے کا یوں تو ہر وقت ثواب ہے مگر مبارک راتوں میں نوافل پڑھنے کا اجر اور فضیلت عام راتوں کی نسبت بہت زیادہ ہے اور پھر شبِ قدر جیسی مقدس اور بابرکت رات میں نوافل پڑھنے کا بہت ہی زیادہ ثواب ہے ۔ گو اس رات میں نوافل پڑھنا نوافل ہی ہیں مگر فرض نمازوں کے برابر ان کا ثواب ہوتا ہے کیونکہ یہ رات اللہ کی خاص عنایت ہے جس وجہ سے اس میں عبادت کا بہت

زیادہ ثواب ہے۔ شبِ قدر میں نفل پڑھنے کا ثبوت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک سے ہوتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

(بخاری۔ ج ۱)

شبِ قدر میں اس طرح نوافل ادا کریں کہ سورۂ فاتحہ کے بعد زیادہ سے زیادہ بار سورۂ اخلاص پڑھی جائے۔ رکوع و سجود کو نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ ادا کیا جائے۔ بندہ کو چاہیئے کہ وہ اپنے رب کی بارگاہ میں جس قدر خلوصِ نیت سے ہو سکے نوافل ادا کرے اور اگر ہو سکے تو آنسو بہائے اگر آنکھوں میں آنسو نہ آئیں تو اپنی صورت کو نہایت عاجزانہ بنالیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہو کیونکہ جب بندہ اللہ کی بارگاہ میں محبت کے آنسو پیش کرتا ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ بندے پر اپنی خصوصی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

یوں تو اس رات نوافل پڑھنے کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں مگر بعض صالحین سے اس رات میں بعض طریقے منقول ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

ثوابِ عظیم عارفین سے منقول ہے کہ شبِ قدر میں دو رکعت نفل یوں پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ الم نشرح ایک ایک بار اور سورۂ اخلاص تین تین مرتبہ پڑھیں۔ نوافل کی تکمیل کے بعد مندرجہ ذیل سورۃ القدر سات مرتبہ پڑھیں ان نوافل کا اجر بے پناہ ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ؕ

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

نوافل برائے ثواب والدین

تفسیر یعقوب چرخی سے منقول ہے کہ اس رات میں دو رکعت نفل اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص سات مرتبہ پڑھیں۔ نوافل مکمل کرنے کے بعد ستر مرتبہ یہ وظیفہ پڑھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس نماز کو پڑھنے والے اپنے مصلّے سے نہیں اٹھیں گے کہ اللہ پاک اس کے اور اس کے والدین کے گناہ معاف فرما کر مغفرت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کے لیے جنت آراستہ کرو اور فرمایا کہ وہ جب تک تمام بہشتی نعمتیں اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لے گا اس وقت تک موت نہ آئے گی۔ واسطے مغفرت یہ نماز بہت ہی افضل ہے:

"أَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ"

دو رکعت نوافل

دو رکعت نوافل یوں پڑھیں کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ ایک بار اور قُلْ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ تین بار پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس کو شب قدر کا ثواب عطا کرے گا۔ اور اس کے نفل قبول فرمائے گا اور اس کو حضرت ادریس اور حضرت شعیب اور حضرت ایوب اور حضرت داؤد اور حضرت نوح علیٰ نبیّنا وعلیہم السلام کا ثواب عطا فرمائے گا اور اس کو جنت میں مشرق سے مغرب تک ایک شہر عنایت فرمائے گا۔

گناہوں سے پاکیزگی

چار رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ ایک بار، اور قُلْ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۲۷ بار پڑھے تو یہ شخص گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور اس کو اللہ کریم جنت میں ہزار محل عطا فرمائے گا۔

عالمِ سکرات میں آسانی

جو کوئی شبِ قدر میں چار رکعت نوافل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ تکاثر ایک بار اور سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو سکراتِ موت میں آسانی عطا فرمائے گا۔ نیز عذابِ قبر سے بھی محفوظ فرما دے گا۔ (نزہۃ المجالس)

چار رکعت نوافل

جو کوئی چار رکعت نوافل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین بار سورۂ قدر اور سورۂ اخلاص پچاس بار پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد سجدے میں جا کر ایک مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرمائے گا اور اس کے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔ (فضائل الشہور والایام)

بارہ رکعت نوافل

۲۷ شبِ قدر کو بارہ رکعت نماز تین سلام سے پڑھے ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے سورۂ قدر ایک ایک مرتبہ، سورۂ اخلاص پندرہ پندرہ مرتبہ پڑھنی ہے۔ بعد سلام کے ستر مرتبہ استغفار پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس نماز پڑھنے والے کو نبیوں کی عبادت کا ثواب عطا فرمائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

سولہ رکعت نوافل

شبِ قدر میں آدھی رات کے بعد چار چار رکعت کر کے سولہ نوافل اس طرح پڑھیں کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون تین مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص پانچ مرتبہ، تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ فلق تین مرتبہ اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ ناس گیارہ مرتبہ پڑھیں۔ اس طرح چار چار کر کے سولہ رکعت نوافل پورے کریں اس کے بعد مندرجہ ذیل وظیفہ کثرت سے پڑھیں جو اس رات کا خاص وظیفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح نوافل پڑھنے والے پر رحم فرمائے گا اور اسے آئندہ نیک اعمال کرنے کی توفیق حاصل ہونا شروع ہو جائے

کی۔ وظیفہ یہ ہے :

"اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ"

بیس رکعت نوافل

جو کوئی بیس رکعت نوافل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد اکیس بار سورۂ اخلاص پڑھے وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ (تذکرۃ الواعظین)

نوافل صلوٰۃ تسبیح

اس رات میں صلوٰۃ تسبیح پڑھنا بھی بہت افضل ہے حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اے چچا! کیا میں آپ کو عطا نہ کروں، آپ کے ساتھ بخشش نہ کروں آپ کے ساتھ احسان نہ کروں۔ ایک روایت میں ہے کہ کیا آپ کے ساتھ اچھا سلوک نہ کروں، آپ کو نفع نہ پہنچاؤں، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیوں نہیں (ضرور نوازیے) آپ نے فرمایا دس باتیں آپ کو بتاتا ہوں جب آپ یہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے، پچھلے، پرانے، نئے، جو غلطی سے کیے، جو قصداً جان بوجھ کر کیے، چھوٹے، بڑے، چھپے، اور کھلے سب گناہ بخش دے گا۔ (اس کے بعد آپ نے صلوٰۃ تسبیح کی ترکیب بتا کر ارشاد فرمایا) اگر آپ سے ہو سکے تو ہر روز یہ نماز ایک بار پڑھ لیں اور اگر روزانہ پڑھنے کی قدرت نہ ہو تو تو ہر جمعہ کو ایک بار پڑھیں اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک بار پڑھیں فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِیْ عُمُرِكَ مَرَّةً۔ اگر یہ بھی نہ کر سکیں تو عمر میں ایک بار (ضرور) پڑھ لیں۔

دس باتوں سے مراد دس گناہ ہیں اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میں آپ کو ایک چیز ایسی بتاتا ہوں جو اگلے، پچھلے۔ نئے، پرانے دس قسم کے گناہوں کو مٹا دے گی اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ "دس بات" سے مراد اس نماز کی دس دس تسبیحات میں جو سوائے قیام کے ہر موقعہ پر پڑھی جاتی ہیں (اشعۃ اللمعات ص ۵۵، ج ۱)

شب قدر میں درود پاک پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ضروری ہے۔ یوں تو ہر درود پاک ہی بہت عمدہ ہے مگر حسبِ ذیل درود پاک میں سے کسی ایک کو شب قدر میں پڑھنا بہت بہتر ہے۔

(۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

(۲) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ۝

(۳) صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ ۝

(۴) اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ط
وَعَلٰٓی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ ط

شب قدر میں عبادت کا انداز شب قدر میں عشاء کی نماز اور تراویح پڑھنے کے بعد نوافل پڑھنے چاہئیں مگر نوافل اتنے پڑھے کہ جتنے آسانی سے پڑھے جا سکیں۔ جب تھک جائے تو پھر بیٹھ کر نوافل کی کثرت کرے۔ نوافل سے فارغ ہونے کے بعد تلاوتِ قرآن پاک کرے۔ خوش الحانی سے تلاوت کرنا زیادہ بہتر ہے۔

نوافل اور تلاوت کے بعد ذکر الٰہی میں مشغول ہو جانا چاہیئے اور وہ وظیفہ پڑھنا چاہیئے جو کسی پیر کامل نے بتایا ہو۔ عام حضرات کے لیے استغفار پڑھنا نہایت ہی اکسیر ہے۔ پھر کچھ وقت کے لیے کلمہ پاک کا ورد بھی کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد اسم اعظم کا مراقبہ کرنا چاہیئے۔ جب اعمال کرتے ہوئے رات کا پچھلا پہر ہو جائے تو اس وقت تہجد کے نوافل ادا کرنے چاہئیں اور اس کے بعد درود

پاک کے ورد میں صبح تک مشغول رہنا چاہیئے ۔ اللہ کے خاص بندے جس طرح کی بھی عبادت یا ریاضت میں ہوں ان کے لیے وہی بہتر ہے ۔ شب قدر میں مصروف عبادت رہے ۔ یہ وہ طریقہ ہے جس پر صوفیاء اہل تقویٰ عمل پیرا ہیں ۔ لیکن اس کے برعکس عموماً مساجد میں شب قدر کو جلسہ عام یعنی علماء کرام کی تقاریر کا پروگرام ہوتا ہے جس میں علمائے کرام فضائل شب قدر اور عبادت پر زور دیتے ہیں ایسا کرنا بھی کچھ نہ کرنے سے بہتر ہے مگر اس طرح سے عبادت میں محویت پیدا نہیں ہوتی اور عبادت کرنے کا زیادہ وقت تقریریں سننے اور سنانے میں صرف ہو جاتا ہے ۔ اگرچہ ایسا کرنا بھی اچھا ہے لیکن ایسا کرنے کی بجائے نوافل ، تلاوت اور ذکر و فکر میں مشغول رہنا زیادہ سودمند ہے ۔

شب قدر میں اجتماعی طور پر نعت خوانی کرنا بھی درست ہے لیکن نیاز مندی کا سجدہ خلوص نیت کا گریہ شوق محبت کی محویت جذب و مستی کی حمد و ثنا ، سوز میں ڈوبی ہوئی تلاوت کا مقام ہی اور ہے اس لیے اے مسلم شب قدر سے فائدہ اٹھا اور اللہ کی محبت کا جلوہ یا عشق رسول کا متوالا بن ۔ پھر دیکھ کہ لوح و قلم تیرے ہیں ۔ یقیناً اللہ کے حضور تیرے اٹھے ہوئے ہاتھ خالی نہ رہیں گے ۔

شبِ قدر میں دُعا

اس مقدس رات میں تمام نیک دعائیں قبول ہو جاتی ہیں ۔ بہت سے لوگ اس رات کی تلاش میں رہتے ہیں تاکہ یہ رات ہمیں نصیب ہو اور ہم دعا مانگیں تاکہ دلی امنگیں پوری ہوں ۔

حضرت عائشہ رضؓ سے ایک روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ ! اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو میں اس میں کیا پڑھوں ؟ آپؐ نے فرمایا یہ پڑھا کرو ۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ۔	یا اللہ تو معاف فرمانے والا ہے معاف کرنے کو پسند کرتا ہے ۔ مجھے بھی معاف فرما ۔

اعتکاف

قرآن پاک سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ اعتکاف بہت پرانی عبادت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ خانہ کعبہ کو اعتکاف کرنے والوں کے لیے پاک و صاف رکھنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ بیت اللہ شریف میں لوگ اعتکاف کیا کریں گے۔ یہ حکم اس وقت ہوا تھا جبکہ بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہوئی تھی۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۞

اور جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے مرجع اور امن و امان کی جگہ بنایا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بنالو اور ہم نے حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کو تاکید فرمائی کہ ہمارے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجود کرنے والوں کے لئے خوب صاف ستھرا رکھنا (پ ۱، بقرۃ ۱۲۵)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تعمیر کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔ اس سے پتہ چلا کہ دین ابراہیمی میں اعتکاف تھا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو چالیس دن طور سینا پر گزارے تھے وہ بھی ایک طرح سے اعتکاف ہی تھا۔

اعتکاف دراصل دنیا سے الگ ہو کر اللہ کی یاد ہے اور سا للہ کے اکثر پیغمبروں کو نبوت کی سرفرازی کے لیے دنیا سے الگ ہو کر کچھ عرصہ تنہائی میں اللہ کو یاد کرنا پڑا اگرچہ ہم اسے اعتکاف نہیں کہتے لیکن درحقیقت وہ خلوت کی عبادت اعتکاف

ہی کی طرح تھی۔ چنانچہ جنھیں اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے انھیں بھی اس منزل سے ضرور گزرنا پڑتا ہے۔ احکامِ اعتکاف کے سلسلے میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے کہ:

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۞

اور تم عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے پاس نہ جاؤ۔ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انھیں پرہیزگاری ملے۔

(پ ۲، بقرہ: ۱۸۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کے آداب میں سے ایک ادب یہ بتایا ہے کہ اعتکاف کے دوران عورت کے پاس جانا منع ہے۔

۱.۱ اعتکاف کا مطلب

اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر عبادت کرنے کے لیے مسجد میں خود کو ٹھہرانے کا نام اعتکاف ہے۔ عام طور پر شرعی اصطلاح میں اس سے مراد ایک ایسی عبادت ہے جس میں مسلمان مقررہ مدت کے لیے دنیا سے الگ ہوکر یادِ الٰہی کے لیے مسجد میں بیٹھ جاتا ہے اور یہ عبادت عموماً رمضان المبارک کے آخری عشرے میں کی جاتی ہے اگرچہ ایسی عبادت کے لیے ہر وقت اپنے آپ کو مسجد میں پابند کیا جا سکتا ہے لیکن عموماً رمضان کے آخری عشرے میں کسی مسجد میں گوشہ نشین ہونے کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔

۱.۲ اعتکاف کا لغوی مفہوم

اعتکاف کے لغوی معنیٰ ایک جگہ پر اپنے آپ کو پابند کرنے، روکے رکھنے یا ٹھہرے رہنے کے ہیں۔ قرآن پاک میں یہ لفظ انھی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ (جب تم مسجدوں میں اعتکاف

۲۔ سَوَآءَ نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ (خواہ وہاں پر رُکنے یعنی رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے ہوں۔ حج : ۲۵)

۳۔ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ (وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور ان کی پوجا پر قائم ہیں۔ پ ۱۹ ، شعراء ، ۷۱)

۴۔ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا (جس کی پوجا پر تو قائم اور معتکف تھا۔ پ ۱۶ طٰہٰ ۹۷)

۵۔ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ (یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روک دیا اور قربانیوں کو بھی کہ اپنی جگہ پہنچنے سے رکی رہیں۔)

اعتکاف کا لفظ اَلْعُکُوْفُ سے ہے جس کا مطلب رک جانا ٹھہرے رہنا اور وابستہ رہنا ہے۔

۲۔ ارکانِ اعتکاف

اعتکاف کے لیے چند چیزوں کا ہونا ضروری ہے جنھیں ارکانِ اعتکاف کہا جاتا ہے۔ اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو اعتکاف نہ ہوگا۔ لہٰذا اعتکاف کے چار ارکان ہیں اعتکاف کا پہلا رکن نیت ہے مگر بعض ائمہ نے اسے رکن قرار نہیں دیا بلکہ شرط قرار دیا ہے۔ نیت کو خواہ رکن یا شرط تسلیم کیا جائے۔ بہرکیف یہ اعتکاف کے لیے ضروری ہے۔ اعتکاف کا دوسرا رکن معتکف کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جب اعتکاف کرنے والا نہیں ہوگا تو اعتکاف نہیں ہوگا۔ اعتکاف کا تیسرا رکن مسجد کا ہونا ہے کیونکہ مسجد کے بغیر کسی جگہ پر ویسے ہی بیٹھ جانا اعتکاف نہیں کہلاتا۔ اعتکاف کا چوتھا رکن معتکف کا مسجد میں رہنا ہے۔ اگر معتکف دورانِ اعتکاف مسجد میں نہیں رہتا تو وہ اعتکاف نہیں ہوگا۔

۳۔ شرائطِ اعتکاف

اعتکاف کے لیے مندرجہ بالا ارکان کے علاوہ مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا بھی ضروری ہے :

۱۔ اعتکاف کرنے والے کا مسلمان ہونا۔ کیونکہ اعتکاف صرف مسلمانوں کی عبادت ہے
۲۔ معتکف کا عاقل ہونا لہٰذا جس کے ہوش و حواس قائم نہ ہوں اس کا اعتکاف نہیں۔ لہٰذا دیوانے کا اعتکاف نہیں ہوتا البتہ اگر کوئی اللہ کا دیوانہ ہو تو اس کا معاملہ الگ ہے۔

اعتکاف کی قسمیں

اسلامی عبادات کی جس طرح مختلف قسمیں ہیں یعنی فرض، واجب، سنت اور نفل۔ اسی طرح اعتکاف کی بھی قسمیں ہیں۔ اعتکاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض نہیں ہے لیکن صوفیا اور اہل تقویٰ نے سالکانِ طریقت کے لیے اسے اکسیر قرار دیا ہے۔ اسلامی فقہ کی رو سے اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب، سنت اور نفل۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ واجب اعتکاف

وہ اعتکاف جو نذر یعنی منت ماننے سے واجب ہو جائے یا کسی مسنون اعتکاف کو فاسد کرنے سے اس کی قضا واجب ہو گئی ہو۔

۲۔ سنت اعتکاف

یہ وہ اعتکاف ہے جو صرف رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اکیسویں شب سے عید کا چاند دیکھنے تک کیا جاتا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ان دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اس لیے اسے سنت اعتکاف کہا جاتا ہے۔

۳۔ نفلی اعتکاف

یہ وہ اعتکاف ہے جو کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے چونکہ ان تینوں قسموں کے احکام علیحدہ ہیں اس لیے ہر ایک کے مسائل حسب ذیل ہیں:

سُنّت اعتکاف

سنت اعتکاف وہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں رمضان المبارک میں کیا جاتا ہے۔ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود یہ اعتکاف رمضان المبارک فرض ہونے سے لے کر آخری دم تک کیا ہے۔ یہ اعتکاف رمضان المبارک کے پہلے، دوسرے تا تیسرے عشرے میں کیا جا سکتا ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تر رمضان المبارک کے تیسرے عشرے میں اعتکاف کیا ہے اس لیے آخری عشرہ قابلِ ترجیح ہے۔ یہ اعتکاف بیسویں رمضان کے غروبِ آفتاب سے قبل شروع ہوتا ہے اور آخری روزے کے افطار تک رہتا ہے۔

چونکہ اس اعتکاف کا آغاز اکیسویں شب سے ہوتا ہے اور رات غروبِ آفتاب سے شروع ہوتی ہے اس لیے معتکف کو چاہیئے کہ بیسویں روزے کو مغرب سے اتنا پہلے مسجد میں پہنچ جائے کہ غروبِ آفتاب مسجد میں ہو۔ یہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ یعنی ایک بستی یا محلے میں سے چند افراد یا کوئی ایک شخص اعتکاف کرے تو تمام اہل محلہ کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی اگر کوئی شخص بھی اپنے علاقے سے اعتکاف ادا نہ کرے تو سارے محلے والوں پر ترکِ سنت کا گناہ ہوگا۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ مسجد میں اگر کسی اور علاقے کا آدمی بھی آ کر اعتکاف کر لے تو پھر بھی یہ سنت اہل علاقہ کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔

اعتکاف کے لیے مسجد کا ہونا

اعتکاف کی لازمی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اعتکاف مسجد میں کیا جائے پھر مسجد وہ ہونی چاہیئے جہاں پر پنجگانہ نماز با جماعت ہوتی ہو۔ اگر جامع مسجد ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ لیکن جس مسجد میں پانچوں وقت کی جماعت نہ ہوتی ہو وہاں اعتکاف درست نہیں۔ دورانِ اعتکاف معتکف کا مسجد کی حدود میں

رہنا ضروری ہے لہٰذا جس مسجد میں اعتکاف کیا جائے اگر اس کی حدود کا علم ہو تو بہت ہی بہتر ہے۔ اگر علم نہ ہو تو کسی سے مسجد کی حدود معلوم کر لینی چاہیئے۔ کیونکہ اعتکاف میں ضروری ہے کہ مسجد کی حدود ہی میں رہا جائے۔ مسجد کا رقبہ عموماً وہ تصور کیا جاتا ہے جو مسجد کے لیے مقرر کیا گیا ہو۔ جس میں نماز پڑھی جاتی ہو۔ مسجد کے رقبے میں عموماً مسجد کا کمرہ، ملحقہ برآمدہ اور صحن شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ حصہ ایسا بھی ہوتا ہے جو مسجد کی ضروریات کے لیے ہوتا ہے جو شرعاً مسجد میں شمار نہیں کیا جاتا۔ لیکن مسجد کی ضروریات کے لیے وقف ہوتا ہے مثلاً وضو خانہ، غسل خانہ، استنجاء کی جگہ، نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ، امام کا حجرہ، گودام، محراب مینارہ وغیرہ۔ اس حصے پر مسجد کے احکام جاری نہیں ہوتے لہٰذا دوران اعتکاف مسجد کے اس حصے میں جانا جائز نہیں۔ اگر معتکف، اس حصے میں شرعی عذر کے بغیر چلا جائے تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ بعض مساجد میں ضروریات والا حصہ اصل مسجد سے الگ اور ممتاز ہوتا ہے جو آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے۔ مگر بعض مساجد میں یہ حصہ اصل مسجد سے اس طرح متصل ہوتا ہے کہ ہر شخص اسے پہچان نہیں سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک مسجد والے اس کی تصدیق نہ کر دیں کہ فلاں فلاں حصہ مسجد کا حصہ ہے۔ اس کا پتہ نہیں چلتا۔ اس لیے اعتکاف کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اعتکاف شروع کرنے سے پہلے مسجد کا احاطہ معلوم کرے۔

وضو خانے مسجد کا حصہ نہیں۔ چنانچہ وہ مساجد جہاں وضو خانے اصل مسجد کے ساتھ ہی ہوتے ہیں وہاں عام طور پر انہیں مسجد کا حصہ خیال کیا جاتا ہے جو درست نہیں اور معتکف حضرات اعتکاف میں وہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ اس طرح اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔ وضو خانے مسجد کا حصہ نہیں ہوتے اور معتکف کے لیے وہاں شرعی ضروریات کے بغیر جانا جائز نہیں ہے لہٰذا اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے منتظمین مسجد سے معلوم کر لینا ضروری ہے کہ مسجد کی حدود کہاں

ختم ہوتی ہے اور وضو خانے کی حدود کہاں سے شروع ہوتی ہیں۔

اسی طرح مسجد کی سیڑھیاں جن پر چڑھ کر لوگ مسجد میں داخل ہوتے ہیں وہ بھی مسجد سے خارج ہوتی ہیں۔ اس لیے معتکف کو شرعی ضرورت کے بغیر وہاں بھی جانا جائز نہیں ہے۔

بعض مسجدوں کے صحن میں جو حوض بنا ہوتا ہے وہ بھی مسجد سے خارج ہوتا ہے لہٰذا اس کے بارے میں بھی یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ حوض کے قریب مسجد کی حدود کہاں تک ہیں، اور حوض کی حدود کہاں سے شروع ہوتی ہیں۔

جن مسجدوں میں نمازِ جنازہ پڑھنے کی جگہ الگ بنی ہوتی ہے وہ بھی مسجد سے خارج ہوتی ہے، معتکف کو وہاں جانا بھی درست نہیں۔

بعض مساجد میں امام کی رہائش کے لیے مسجد کے ساتھ ہی کمرہ بنا ہوتا ہے یہ کمرہ بھی مسجد سے خارج ہوتا ہے اور اس میں معتکف کا جانا جائز نہیں۔

بعض مسجدوں میں ایسا کمرہ امام کی رہائش کے لیے تو نہیں ہوتا لیکن امام کی تنہائی کی ضروریات کے لیے بنایا جاتا ہے اس کمرے کو بھی جب تک مسجد قرار نہ دیا ہو اس وقت تک اسے مسجد نہیں سمجھا جائے گا اور معتکف کا اس میں بھی جانا جائز نہیں۔

بعض مساجد میں اصل مسجد کے بالکل ساتھ بچوں کو پڑھانے کے لیے جگہ بنائی جاتی ہے اس جگہ کو بھی جب تک مسجد قرار نہ دیا گیا ہو اس وقت تک معتکف کے لیے اس میں جانا جائز نہیں۔ ایسے ہی بعض مساجد میں باغیچہ بنا ہوتا ہے اس میں بھی معتکف نہیں جا سکتا۔

بعض مساجد میں مسجد کی دریاں، صفیں، چٹائیاں اور دیگر سامان رکھنے کے لیے الگ کمرہ یا کوئی جگہ بنائی جاتی ہے اس جگہ کا حکم بھی یہی ہے کہ جب تک بنانے والے نے اسے مسجد قرار نہ دیا ہو یہ جگہ مسجد نہیں ہے۔ اور معتکف اس میں نہیں جا سکتا۔ ایسے ہی مسجد کے محراب میں جانا درست نہیں کیونکہ وہ مسجد کی حدود سے

خارج ہوتا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اعتکاف سے پہلے حدودِ مسجد کا معلوم کرنا ضروری ہے۔

(۲) مسجد سے باہر نکلنے کی صورتیں

معتکف اُن امور کے لیے مسجد سے نکل سکتے ہیں جن کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور کام کے لیے نہیں نکل سکتا۔ وہ امور رفع حاجت، وضو، غسل اور بحالتِ مجبوری کھانا لانا ہیں۔ ان کے علاوہ اگر جامع مسجد نہیں تو نماز جمعہ کے لیے بھی مسجد سے باہر جایا جاسکتا ہے۔

وہ امور جن کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں اور وہ امور جن کے لیے مسجد سے باہر جانا درست ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے اخذ کیے گئے ہیں جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتِ السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ اَنْ لَا يَعُوْدَ مَرِيْضًا وَلَا يَشْهَدُ جَنَازَةً وَلَا يَمَسُّ امْرَاَةً وَلَا يُبَاشِرُهَا وَلَا يَخْرُجُ لِحَاجَةٍ اِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا اِعْتِكَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ وَلَا اِعْتِكَافَ اِلَّا فِيْ مَسْجِدٍ جَامِعٍ؛	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا معتکف کے لیے یہ سنت ہے کہ مریض کی عیادت نہ کرے، جنازے کے ساتھ شامل نہ ہو، عورت کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ اس سے مباشرت کرے اور کسی حاجت کے لیے باہر نہ نکلے مگر جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ اور اعتکاف نہیں مگر روزے کے ساتھ۔ اور اعتکاف نہیں مگر جامع مسجد میں۔

اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ امور جن کے لیے کوئی معتکف مسجد سے باہر جا سکتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ رفع حاجت — مسجد سے باہر جانے کا ایک جواز رفع حاجت ہے اگر مسجد کے ساتھ کوئی رفع حاجت کی جگہ ہو تو وہاں تک

جا سکتا ہے۔ بعض مساجد کے باہر لیٹرینیں وغیرہ بنی ہوتی ہیں تو معتکف کو وہاں تک جانے کی اجازت ہے۔ اگر مسجد کے ساتھ کوئی رفع حاجت کا انتظام نہیں تو مسجد کے قریب رفع حاجت کے لیے اپنے گھر میں بھی جا سکتا ہے۔ اگر مسجد کے ساتھ والی رفع حاجت کی جگہ اتنی گندی اور پلید ہو کہ جہاں کپڑوں کے صاف رہنے کا احتمال نہ رہ سکتا ہو تو اس صورت میں بھی مسجد کے باہر کسی اور جگہ پر رفع حاجت کے لیے جا سکتا ہے جہاں طہارت کرنے میں جسم اور کپڑے پاکیزہ رہتے ہوں۔ ایسے ہی اگر کسی شخص کے لیے اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ پر تقضائے حاجت طبعاً ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس غرض کے لیے اپنے گھر چلا جائے خواہ وہ کتنی دور کیوں نہ ہو لیکن جس شخص کو یہ مجبوری نہ ہو اسے مسجد کا بیت الخلاء ہی استعمال کرنا چاہیے۔ اس طرح اگر کوئی آدمی اپنے گاؤں کی مسجد میں اعتکاف کر رہا ہو تو اس کے لیے رفع حاجت کے لیے کھیتوں وغیرہ میں جانا جائز ہے۔

اگر کسی شخص کے دو گھر ہوں تو اسے چاہیے کہ قریب والے مکان میں جا کر رفع حاجت کرے۔ دور والے گھر میں نہ جائے۔ نزدیکی مکان میں رفع حاجت کی سہولت ہونے کے باوجود دور والے مکان میں جائے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

اگر بیت الخلاء مصروف ہو تو خالی ہونے تک انتظار میں ٹھہرنا جائز ہے۔ لیکن فارغ ہونے کے بعد ضرورت سے زیادہ ٹھہرنا جائز نہیں۔ اگر جان بوجھ کر ٹھہر جائے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

بیت الخلاء کو جاتے یا آتے ہوئے راستہ میں یا گھر میں سلام کا جواب دینا یا مختصر بات کرنا جائز ہے۔ سلام کہنا بھی درست ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کی گفتگو کرنا درست نہیں۔ بیت الخلاء کو جاتے یا آتے وقت تیز چلنا ضروری نہیں ضرورت کے مطابق آہستہ چلنا بھی درست ہے۔ تقضائے حاجت کو جانے وقت کسی شخص کے ٹھہرانے سے نہ ٹھہرنا چاہیے بلکہ چلتے چلتے اسے بتا دینا چاہیے کہ میں اعتکاف

میں ہوں اس لیے ٹھہر نہیں سکتا۔ اگر کسی کے ٹھہرانے سے ٹھہر گیا اور باتیں کرنے کا یا حال احوال پوچھنے لگا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے اپنے گھر گیا ہو تو قضائے حاجت کے بعد وہاں وضو کرنا جائز ہے۔

۲۔ معتکف اور احکامِ غسل

اعتکاف میں شوقیہ غسل کی اجازت نہیں یعنی جب انسان کا دل چاہتا ہے نہالیتا ہے۔ یہ اعتکاف میں جائز نہیں۔ خصوصاً گرمیوں میں لوگ دن میں دو تین مرتبہ گرمی کی شدت دور کرنے کے لیے اکثر نہاتے ہیں۔ اعتکاف میں اس طرح کا عام غسل جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۱: معتکف کو احتلام ہونے کی صورت میں غسل کرنا ضروری ہے اور غسل کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز ہے مگر یاد رہے کہ احتلام ہونے سے اعتکاف میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس صورت میں معتکف کو چاہیے کہ پہلے وضو یا تیمم کرے اس کے بعد غسل کا اہتمام کرے۔ تیمم کے لیے مسجد کی دیوار یا صحن استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ ۲: سردیوں کے موسم میں اگر احتلام ہو جائے اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے تکلیف یا کوئی اور مرض لاحق ہونے کا خطرہ ہو تو معتکف تیمم کر کے مسجد میں رہے اور اپنے گھر اطلاع کر دے تاکہ پانی گرم ہو جائے اور مسجد کے غسل خانے میں پانی منگوا کر نہا لے۔ یا گھر پہ جا کر غسل کر لے۔ اس کے علاوہ اگر قرب و جوار میں گرم حمام ہو تو وہاں بھی جا کر غسل کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ جس جگہ بھی غسل کرنے کے لیے جائے وہاں غسل کر کے فوراً واپس آ جائے۔

مسئلہ ۳: اگر مسجد کے ساتھ غسل خانہ ہو تو اس میں واجب غسل کرنا چاہیے اگر مسجد کے ساتھ غسل خانہ نہ ہو یا اس میں کسی وجہ سے غسل کرنا مشکل ہو تو اپنے گھر جا کر غسل کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۱۷: احتلام کے ضروری غسل کے علاوہ گرمی کی شدت کے سبب جسمانی تلخی اور بے چینی کو دور کرنے کے لیے غسل کرنا بھی جائز نہیں ہے جبکہ لُو لگنے یا کسی جسمانی تکلیف کے پیدا ہونے کا خطرہ ہو یا گرمی کی شدت دل میں گھبراہٹ پیدا کرے تو اس صورت میں گیلے کپڑے سے اپنے جسم کو تسکین پہنچانا جائز ہے۔

مسئلہ ۱۸: اعتکاف میں جمعہ کے غسل کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سال اعتکاف فرمایا اور ہر اعتکاف میں جمعہ آیا مگر کسی روایت سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے جمعہ کا غسل فرمایا ہو اور اعتکاف سے جمعہ کے غسل کے لیے باہر تشریف لے گئے ہوں۔

۳۔ معتکف اور احکامِ وضو

معتکف کو مسجد کے ساتھ وضو والی جگہ پر وضو کرنا چاہیئے یعنی اگر مسجد میں وضو کرنے کی ایسی جگہ موجود ہے کہ معتکف خود تو مسجد میں رہے لیکن وضو کا پانی مسجد سے باہر گرے تو وضو کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں۔

بعض مسجدوں میں معتکفین کے لیے الگ پانی کی ٹونٹیاں اس طرح لگائی جاتی ہیں کہ معتکف خود مسجد میں بیٹھتا ہے لیکن ٹونٹی کا پانی مسجد سے باہر گرتا ہے اگر مسجد میں ایسا انتظام موجود ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور اگر ایسا انتظام نہیں ہے تو تل سے وضو کرنے کی بجائے کسی غیر معتکف سے لوٹے میں پانی منگوا کر مسجد کے کنارے پر اس طرح وضو کرلیں کہ پانی مسجد سے باہر گرے۔

لیکن اگر مسجد میں ایسی صورت ممکن نہ ہو تو وضو کے لیے مسجد سے باہر وضو خانے تک جانا، یا وضو خانہ موجود نہ ہو تو کسی اور قریبی جگہ جانا جائز ہے اور یہ حکم ہر قسم کے وضو کا ہے۔ ان میں وضو کے ساتھ مسواک منجن یا پیسٹ سے دانت مانجھنا، صابن لگانا اور تولیے سے اعضاء خشک کرنا بھی جائز ہے لیکن وضو کے بعد ایک لمحے کے لیے بھی باہر ٹھہرنا جائز نہیں اور نہ راستے میں رکنا جائز ہے۔

۴۔ نمازِ جمعہ بہتر یہ ہے کہ اعتکاف جامع مسجد میں کیا جائے جہاں نمازِ جمعہ ہوتی ہو۔ تاکہ نمازِ جمعہ کے لیے باہر نہ جانا پڑے۔ اس کے برعکس اگر معتکف ایسی مسجد میں اعتکاف بیٹھا ہو جہاں نمازِ جمعہ نہ ہوتی ہو تو قریبی جامع مسجد میں جاکر نماز پڑھنے کی اجازت ہے لیکن بہت زیادہ پہلے جانے کی اجازت نہیں۔ صرف جمعہ کی اذان اور خطبہ سے اتنا پہلے جائے کہ چھ یا چار رکعت ادا کر سکے۔ نمازِ جمعہ کے فرض پڑھنے کے بعد معتکف سنتیں وہاں پڑھ سکتا ہے مگر ضرورت سے زیادہ ٹھہرنا اچھا نہیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی معتکف ٹھہر جائے تو پھر بھی اعتکاف فاسد نہ ہو گا کیونکہ وہ مسجد میں ٹھہرا ہے۔

اگر کوئی شخص جامع مسجد میں جمعہ پڑھنے گیا اور وہاں جاکر باقی ماندہ اعتکاف اسی مسجد میں پورا کرنے کے لیے وہیں ٹھہر گیا تو اس طرح اعتکاف تو ہو جائے گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۵۔ ایک مسجد سے دوسری مسجد میں منتقل ہونا ہر معتکف کے لیے ضروری ہے کہ اس نے جس مسجد میں اعتکاف شروع کیا ہے اسی میں پورا کرے لیکن اگر کوئی ایسی شدید مجبوری پیش آجائے کہ وہاں اعتکاف پورا کرنا ممکن نہ رہے مثلاً وہ مسجد منہدم ہو جائے یا کوئی شخص زبردستی وہاں سے نکال دے یا وہاں رہنے میں جان و مال کا کوئی قوی خطرہ ہو تو دوسری مسجد میں منتقل ہو کر اعتکاف پورا کرنا جائز ہے اور اس غرض کے لیے باہر نکلنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا بشرطیکہ وہاں سے نکلنے کے بعد راستے میں کہیں نہ ٹھہرے بلکہ سیدھا دوسری مسجد میں چلا جائے۔ (فتح القدیر)

مکروہاتِ اعتکاف

اعتکاف میں بعض حرکات ایسی ہوتی ہیں جن سے اعتکاف کا مقصد حاصل نہیں ہوتا انھیں مکروہاتِ اعتکاف کہا جاتا ہے کیونکہ اعتکاف میں یادِ الٰہی کے

ساتھ اللہ کی طرف توجہ رکھنا ضروری ہے لیکن بے فائدہ حرکات کرنے سے وہ توجہ تقسیم ہو جاتی ہے جس سے معتکف پر نزولِ انوارات کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اس لیے اپنے اعتکاف کی روحانیت کو قائم رکھنے کے لیے یہ لازم ہے کہ اعتکاف میں فضول اور غیر ضروری کاموں سے مکمل اجتناب کیا جائے ورنہ کیف کا سرور متاثر ہو گا۔ اور یادِ الٰہی کی محویت میں فرق آجائے گا۔ اس چیز کے پیش نظر صوفیاء نے مندرجہ ذیل باتوں کو مکروہ قرار دیا ہے۔

۱۔ دُنیاوی بات چیت

اعتکاف میں بیٹھ کر ضرورت کے مطابق بات چیت کرنا تو درست ہے لیکن ضرورت سے زائد ہر وقت دنیاوی مسائل اور دنیا کی باتیں کرتے رہنا اعتکاف کی روح کے برعکس ہے کیونکہ دنیاوی باتیں انسان کو یادِ الٰہی سے غافل کر دیتی ہیں۔ اس لیے صوفیاء کے نزدیک اعتکاف میں دنیاوی باتوں میں مگن رہنا مکروہ ہے۔ فضول باتوں سے بچنا تقویٰ میں شامل ہے۔ اس لیے اعتکاف میں بالکل فضول باتوں سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

۲۔ ہنسی مذاق کی ممانعت

اعتکاف میں بیٹھ کر کسی سے ہنسی یا مذاق کی بات کرنا بالکل اعتکاف کے خلاف ہے حضرت امام شافعیؒ کا قول ہے کہ اعتکاف میں بیٹھ کر اچھی بات کے سوا کوئی اور بات نہ کرنا چاہیئے لہٰذا یہ از حد احتیاط کرنی چاہیے کہ اعتکاف میں کسی کو گالی نہ دے۔ ایسا کرنا سخت مکروہ ہے۔ اگر مسجد میں ایک سے زائد معتکف بیٹھے ہوں تو انھیں یہ احتیاط اختیار کرنا ضروری ہے کہ وہ دوسرے معتکف حضرات کے پردوں میں جا کر ہنسی مذاق کی بات چیت بالکل نہ کریں اور نہ بحث و تکرار میں وقت ضائع کریں۔ اگرچہ ایسا کرنے سے اعتکاف تو ختم نہیں ہو گا لیکن اس طرح کی فضول لغویات میں مصروف رہنے سے انواراتِ الٰہیہ کا حصول نہ ہو گا۔

۳۔ حجامت کروانے کا مسئلہ

اعتکاف میں نائی کو بلوا کر حجامت کروانا مسجد کے آداب کے خلاف ہے۔ البتہ جمعہ کی تیاری کے لیے داڑھی یا سر کے بالوں کو خود سنوارنے میں کوئی حرج نہیں اور مونچھوں کی تراش خراش کر سکتا ہے لیکن یاد رہے کہ مسجد میں بال نہ گرنے پائیں۔ داڑھی مونڈنا ویسے ہی خلاف شرع ہے۔ مگر اعتکاف میں مسجد کی کسی ملحقہ جگہ پر بیٹھ کر ایسا کرنا قطعاً ناجائز ہے اور اگر کوئی داڑھی مونڈنے کی خلاف شرع حرکت کا عادی بھی ہو تو اسے ترک کر دینا چاہیئے اور اعتکاف میں ایسی حرکت سے بالکل باز رہنا چاہیئے۔

۴۔ دنیوی معاملات میں دلچسپی لینا

اعتکاف میں دنیاوی معاملات میں دلچسپی لیتے رہنا بھی مکروہ ہے دنیا کی باتیں کرنا اور عبادت سے ہٹ کر ایسے امور کرنا جو دنیا سے متعلق ہوں درست نہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اعتکاف کی روح ختم ہو جاتی ہے۔

۵۔ مسجد میں خرید و فروخت کرنا

حضرت امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک معتکف ہو کر مسجد میں فروخت کے لیے مال لانا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر روزگار کا سلسلہ نہ ہو اور اہل و عیال کا دارو مدار اسی تجارتی سامان پر ہو تو مسجد میں معتکف ہو کر فروخت کی جا سکتی ہیں لیکن میرے خیال کے مطابق ایسا کرنا توکل اور تقویٰ کے خلاف ہے کیونکہ جب اللہ کے حضور حاضر ہو گیا تو دنیا کی طرف رغبت دلانے والے کام جائز نہیں ہیں۔ اس لیے مسجد میں سامانِ تجارت لا کر فروخت کرنا مکروہ ہے۔

۶۔ لڑائی جھگڑے کی ممانعت

اعتکاف میں لڑائی جھگڑا کرنا قطعی طور پر منع ہے کیونکہ جب انسان دنیا سے کنارہ کش ہو کر مسجد میں صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے بیٹھا ہے تو لڑائی جھگڑا کیسا؟ مسجد میں ویسے بھی اونچی آواز سے بولنا یا کوئی بیہودہ آواز نکالنا مسجد کے آداب کے

خلاف ہے تو اعتکاف میں تو اس کی قطعی طور پر گنجائش نہیں۔ لہٰذا جو لوگ اعتکاف میں ہو کر کسی دوسرے سے لڑائی جھگڑا یا تُو تُو میں میں کریں تو انھیں اعتکاف کی اصلی عبادت کا مزہ حاصل نہ ہوگا بلکہ خالی رہ جائیں گے۔ اس لیے اگر کوئی شخص زبردستی ایسی حرکت کرے تو اسے پیار و محبت سے سمجھا دینا چاہیے تاکہ اعتکاف مکروہ نہ ہو۔

۷۔ غیبت اور جھوٹ کی ممانعت غیبت اور جھوٹ یوں تو اسلامی نقطۂ نظر سے ہماری روزمرہ زندگی میں بھی ایک بہت بڑی لعنت ہے مگر خصوصاً اعتکاف میں اس طرح کی حرکت سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے۔ یادِ الٰہی میں ایسی حرکات بالکل خلافِ شرع ہیں۔ جب تک کوئی معتکف ایسی باتیں نہیں چھوڑے گا تو اعتکاف سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

۸۔ دُنیوی کُتب پڑھنا یا پڑھانا اعتکاف میں دینی کتب کے علاوہ غیر اسلامی کتب یعنی ناول، افسانہ یا کہانی ڈائجسٹ پڑھنا بالکل ناجائز ہیں۔ اس کے علاوہ دنیاوی علوم کی کتب بھی پڑھنا یا پڑھانا جائز نہیں۔ کیونکہ اس طرح یادِ الٰہی سے توجہ مبذول ہوگی اور عبادت میں خلل واقع ہوگا لہٰذا ایسے امور اعتکاف میں بیٹھ کر کرنے کی اجازت نہیں۔ حتیٰ کہ اعتکاف میں اخبار پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ اخبارات میں مستورات کی تصاویر ہوتی ہیں جن پر نظر پڑنا احکامِ اعتکاف کے خلاف ہے۔

۹۔ ضرورت سے زیادہ جگہ گھیرنا اعتکاف میں ضرورت سے زیادہ جگہ گھیرنا جس سے نمازیوں اور دوسرے معتکفین کو تکلیف اور پریشانی ہو مکروہ ہے۔ اس لیے صرف ضرورت کے مطابق جگہ پر پردہ لگانا چاہیے۔

۴۔ اعتکاف توڑنے والے امور

ایسے کام جن سے اعتکاف ختم ہو جاتا ہے انھیں مفسداتِ اعتکاف کہا جاتا ہے۔ معتکف کے لیے ان امور کا جاننا بھی ضروری ہے تاکہ اس کا اعتکاف فاسد نہ ہو بلکہ ان سے مکمل طور پر اجتناب کرنا لازم ہے۔ صوفیا کے نزدیک اعتکاف توڑنے والے امور مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ مباشرت اعتکاف کی حالت میں مباشرت کرنا حرام ہے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۞

اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف کر رہے ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔ پس ان کے قریب نہ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات لوگوں کے لیے بیان کر دی ہیں تاکہ وہ متقی بن جائیں۔

(پ ۲، بقرہ ۱۸۷)

اعتکاف کی حالت میں کسی معتکف کو اپنی بیوی سے مباشرت کرنے کی اجازت نہیں۔ اگر کوئی معتکف مسجد سے نکل کر اپنے گھر جا کر اپنی بیوی سے مباشرت کرے یا اس سے شہوت انگیز حرکات کرے تو اس طرح اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سختی سے مسلمانوں کو منع کر دیا ہے کہ وہ اس طرح بالکل نہ کریں۔ ایسا کرنا تقویٰ اور پرہیزگاری کے بالکل خلاف ہے کیونکہ اعتکاف کا مقصد ہی دنیاداری کے کاموں سے الگ ہو کر یادِ الٰہی کرنا ہے۔ چنانچہ اعتکاف میں بیٹھ کر پھر دنیاداری کا فعل کرنا بالکل ہی اعتکاف کی روح کے خلاف ہے اور خلافِ شرع ہے۔

۲۔ مرتد ہو جانا اعتکاف میں بیٹھا ہوا مسلمان اگر مرتد ہو جائے تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ پھر اگر وہ دوبارہ اسلام لے آئے تو اس کی

قضا واجب ہو گی۔ ایسے ہی میرے خیال کے مطابق اگر کوئی مسلمان کیمونسٹ بن جائے یا پہلے ہی کیمونسٹ ہو تو اس کا اعتکاف نہ ہو گا۔

۳۔ نشہ آور شے کا استعمال اعتکاف میں بیٹھ کر نشہ آور چیز استعمال کرنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا نشہ تو ویسے ہی حرام ہے لیکن پھر اعتکاف میں اس کا استعمال بالکل ہی اسلام کے خلاف ہے لہٰذا اگر کوئی نشہ کا عادی ہو تو اسے اعتکاف میں ایسی حرکت نہ کرنی چاہیئے بلکہ ہمیشہ کے لیے اس عادت کو ترک کر دینا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے نشہ چھوڑنے کی توفیق مانگنی چاہیئے۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ نشہ چھوڑنے کی توفیق عطا فرما دیگا۔

۴۔ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کچھ اہل علم حضرات کا خیال ہے کہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب کرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے خواہ اس گناہ سے روزہ ٹوٹتا ہو لیکن کچھ کا خیال ہے کہ کبیرہ گناہ جھوٹ اور غیبت سے اعتکاف فاسد تو نہیں ہوتا البتہ اعتکاف کا مقصد فوت ہو جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں تقویٰ کے خلاف ہیں۔

۵۔ جنون اور بے ہوشی اگر کسی معتکف پر جنون اور بے ہوشی طاری ہو جائے اور وہ مسلسل رہے تو اس صورت میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا کیونکہ جنون اور بے ہوشی سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ جب روزہ ٹوٹ جائیگا تو اعتکاف بھی ختم ہو جائے گا۔

۶۔ حیض اور نفاس ایسے ہی حیض اور نفاس سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے ایسی عورتیں جو اعتکاف میں بیٹھی ہوں اور انھیں حیض شروع ہو جائے تو ان کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

۷۔ غیر شرعی امور کے لیے باہر نکلنا اجازت شدہ امور کے علاوہ اگر معتکف کسی کام کے لیے حدود مسجد سے باہر نکل جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا لہٰذا اس امر کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔

کہ اجازت شدہ ضروریات کے علاوہ مسجد سے قطعاً باہر نہ نکلے۔

۸۔ ضرورت سے زائد ٹھہرنا شرعی ضرورت کے تحت مسجد سے باہر نکلا لیکن ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد وہاں ٹھہر گیا تو اس سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

۹۔ روزہ ٹوٹنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے اعتکاف کے لیے چونکہ روزہ شرط ہے اس لیے روزہ توڑ دینے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ خواہ یہ روزہ کسی عذر سے توڑا ہو یا بلا عذر جان بوجھ کر توڑا ہو یا غلطی سے ٹوٹا ہو، ہر صورت میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ غلطی سے روزہ ٹوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ تو یاد تھا لیکن بے اختیار کوئی عمل ایسا ہو گیا جو روزے کے منافی تھا مثلاً صبح صادق طلوع ہونے کے بعد تک کھاتا رہے یا غروبِ آفتاب سے پہلے یہ سمجھ کر روزہ افطار کر لیا کہ افطار کا وقت ہو چکا ہے یا روزہ یاد ہونے کے باوجود کلی کرتے وقت غلطی سے پانی حلق میں چلا گیا تو ان تمام صورتوں میں روزہ بھی جاتا رہا اور اعتکاف بھی ٹوٹ گیا۔

۱۰۔ مسجد سے خارج جگہ پر جانا کوئی شخص احاطہ مسجد کے کسی حصے کو مسجد سمجھ کر اس میں چلا گیا۔ حالانکہ درحقیقت وہ حصہ مسجد میں شامل نہ تھا تو اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ گیا اسی لیے اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے حدودِ مسجد اچھی طرح معلوم کر لینی چاہئیں۔

۱۱۔ مسجد کے مینار کے اوپر جانا اگر معتکف اذان دینے کے لیے مسجد کے مینار کے اوپر جائے تو اس صورت میں اس کا اعتکاف نہیں ٹوٹے گا بشرطیکہ مینار کو جانے والا راستہ مسجد سے ہو۔ اگر اس کا راستہ مسجد کی حدود سے باہر ہو گا اور معتکف مسجد کی حدود سے باہر جا کر مینار پر جائے گا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

۱۲۔ مسجد کے حجروں میں جانا بعض مساجد کے ساتھ حجرے اور کھلے احاطے ہوتے ہیں جہاں عموماً طالب علم، امام مسجد یا مسافر ٹھہرتے ہیں یا رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ تو معتکف کے لیے ان حجروں میں جانا درست نہیں۔ اگر حجرے اس طرح کے ہیں کہ ان میں نمازی پنجگانہ نماز ادا کرتے ہیں تو معتکف وہاں جا سکتا ہے۔ ایسے ہی بعض مساجد کے ساتھ وسیع اور کھلے احاطے ہوتے ہیں جہاں پنجگانہ نماز تو ادا نہیں کی جاتی البتہ عید کی نماز ادا کی جاتی ہے تو وہاں بھی معتکف کے لیے جانا منع ہے۔

۵۔ اعتکاف کی قضا کا طریقہ

(۱) مذکورہ بالا وجوہ میں سے جس وجہ سے بھی اعتکاف مسنون ٹوٹا ہو اس کا حکم یہ ہے کہ جس دن میں اعتکاف ٹوٹا ہے صرف اس دن کی قضا واجب ہو گی پورے دس دن کی قضا واجب نہیں (شامی)

اور اس دن کی قضا کا طریقہ یہ ہے کہ اگر اسی رمضان میں وقت باقی ہو تو اسی رمضان میں کسی دن غروبِ آفتاب سے اگلے دن غروبِ آفتاب تک قضا کی نیت سے اعتکاف کریں اور اگر اس رمضان میں وقت باقی نہ ہو یا کسی وجہ سے اس میں اعتکاف ممکن نہ ہو تو رمضان کے علاوہ کسی دن بھی روزہ رکھ کر ایک دن کے لیے اعتکاف کیا جا سکتا ہے اور اگلے رمضان میں قضا کرے تو بھی قضا صحیح ہو جائے گی لیکن زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اس لیے جلد از جلد اعتکاف کی قضا کو پورا کر لینا ہی بہتر ہے۔

(۲) اعتکاف مسنون ٹوٹ جانے کے بعد مسجد سے باہر نکلنا ضروری نہیں، بلکہ عشرۂ اخیرہ کے باقی ماندہ ایام میں نفل کی نیت سے اعتکاف جاری رکھا جا سکتا ہے۔ اس طرح سنتِ مؤکدہ تو ادا نہیں ہو گی لیکن نفلی اعتکاف کا ثواب ملے گا۔ اور اگر اعتکاف کسی غیر اختیاری بھول چوک کی وجہ سے ٹوٹا ہے تو عجب نہیں کہ

اللہ تعالیٰ عشرۂ اخیرہ کے مسنون اعتکاف کا ثواب بھی اپنی رحمت سے عطا فرما سکتا ہے۔ اس لیے اعتکاف ٹوٹنے کی صورت میں بہتر یہی ہے کہ عشرۂ اخیرہ ختم ہونے تک اعتکاف جاری رکھیں لیکن اگر کوئی شخص اس کے بعد اعتکاف جاری نہ رکھے تو یہ بھی جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ جس دن کا اعتکاف ٹوٹا ہے اس دن باہر چلا جائے اور اگلے دن سے بہ نیتِ نفل پھر اعتکاف شروع کردے۔

(۳) ایک دن کے اعتکاف کی قضا کا طریقہ اگرچہ فقہ کی کتب سے زیادہ واضح نہیں ہوتا مگر معتبر اصول یہی ہے کہ اگر اعتکاف دن میں ٹوٹا ہے تو صرف دن کی قضا واجب ہوگی یعنی قضا کے لیے صبح صادق سے پہلے داخل ہو۔ روزہ رکھے اور اسی روز شام کو غروبِ آفتاب کے وقت نکل آئے گا۔ اور اگر اعتکاف رات کو ٹوٹا ہے تو رات اور دن دونوں کی قضا کرے یعنی شام کو غروبِ آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ رات بھر وہاں رہے۔ روزہ رکھے اور اگلے دن غروبِ آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔ یہ اعتکاف واجب اور اعتکافِ منذور کا حکم ہے۔

اعتکاف کا فدیہ

اگر قضا کرنے کی مہلت ملنے کے باوجود قضا نہ کی اور موت کا وقت آپہنچا تو وارثوں کو وصیت کرنا واجب ہے کہ وہ اس اعتکاف کے بدلے فدیہ ادا کردیں۔ فدیہ ادا کرنا زیادہ مشکل نہیں کسی مستحقِ زکوٰۃ کو صدقۂ فطر کی مقدار میں گیہوں (تقریباً سوا دو سیر) یا اس کی رقم ادا کردیں۔

اعتکاف توڑنے کی توبہ کرنا

اگر اعتکاف کسی صحیح مجبوری کے تحت توڑا تھا یا بھول سے ٹوٹا تو گناہ نہیں اور اگر جان بوجھ کر بغیر کسی صحیح مجبوری کے توڑا تھا تو یہ گناہ ہے لہٰذا قضا کے ساتھ ساتھ توبہ بھی کریں اور جب بھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے اس کی توبہ کرنا واجب ہے اور توبہ بلا تاخیر کرنا چاہیے کیونکہ زندگی کا کوئی بھی بھروسہ نہیں۔ دونوں گالوں پر

چند بار چپت مار لینے کا نام توبہ نہیں بلکہ اس خاص گناہ پر شرمندگی کے ساتھ گڑگڑا کر اللہ عزوجل کے حضور معافی طلب کریں اور آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کا سچا عہد بھی کریں۔

۶۔ اعتکاف توڑنے کے جواز

مندرجہ ذیل صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

۱۔ بیماری اعتکاف کے دوران ایسی بیماری لاحق ہو جائے جس کا علاج مسجد سے باہر جانے کے بغیر ممکن نہ ہو تو اس صورت میں اعتکاف توڑنا جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دورانِ اعتکاف اگر معتکف بیمار ہو جائے اور بیماری زیادہ شدید قسم کی نہ ہو لیکن معتکف خود ہی معمولی بیماری یا کسی اور خوف کی وجہ سے مسجد سے چلا جائے تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ عام بیماری کی حالت میں اعتکاف ہی میں رہ کر ڈاکٹر یا طبیب کو بلوا کر علاج کروایا جائے لیکن اگر بیماری اتنی شدید نوعیت کی ہو کہ معتکف کو ہسپتال لے جانے کے بغیر چارہ نہ ہو تو اس صورت میں اعتکاف توڑ لینا جائز ہے۔

۲۔ ماں باپ، بیوی بچوں کی تکلیف ماں یا باپ، بیوی یا بچے کسی ایسی تکلیف میں مبتلا ہو جائیں کہ جس میں خاص مدد اور توجہ کی ضرورت ہو تو ان کے لیے اعتکاف توڑنا جائز ہے۔ مثلاً والد یا والدہ کو یکدم شدید مرض لاحق ہو جائے یا کوئی حادثہ ہو جائے اور اس میں شدید چوٹیں لگ گئی ہوں اور انھیں یکدم ہسپتال لے جانا ہو اور گھر میں کوئی اور دوسرا تیمارداری کرنے والا موجود نہ ہو تو اس صورت میں اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

۳۔ جنازہ ماں باپ، بہن بھائی یا کوئی عزیز اگر اچانک فوت ہو جائے تو ان کی تجہیز و تکفین کے لیے اعتکاف توڑ لینا جائز ہے۔ اگر کسی کا مرشد فوت ہو جائے تو اس صورت میں اعتکاف توڑ سکتا ہے۔ جس دن کا سنت اعتکاف

توڑا ہو اس دن کی قضا پوری کرنا لازم ہوگی۔

ایسے ہی اگر جنازہ آجائے اور نمازِ جنازہ پڑھانے والا اور کوئی نہ ہو تو اعتکاف توڑ کر نمازِ جنازہ پڑھائی جا سکتی ہے۔ جب کوئی اور جنازہ پڑھانے والا آجائے تو پھر ایسا نہ کیا جائے۔ (رد المختار)

۴۔ زبردستی مُعتکف کو نکالنا اگر کوئی معتکف کو زبردستی مسجد سے نکال دے یا حکومت کسی کو حالتِ اعتکاف میں گرفتار کرلے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا مگر اس صورت میں معتکف پر اعتکاف توڑنے کا گناہ نہیں ہوگا۔ (فتاوٰی شامی)

۵۔ اعلانِ جہاد اسلامی حکومت کی طرف سے جب جہاد میں شامل ہونے کا اعلان ہو جائے۔ یعنی جب مسلمانوں کا مال جان اور عزت خطرے میں پڑ جائے تو اس وقت اعتکاف کو چھوڑ کر جہاد میں شرکت کرلینا جائز ہے کیونکہ جب جہاد فرض ہو جائے تو اس میں شامل ہونے کو ترجیح دی جائے گی۔ (رد المختار)

۶۔ کسی کی جان بچانا معتکف کے سامنے اگر کسی کی جان جا رہی ہو۔ یعنی اگر کوئی ڈوب رہا ہو یا آگ میں جل رہا ہو یا کسی شدید حادثے کا شکار ہوا اور کوئی دوسرا مدد کرنے والا نہ ہو تو اس صورت میں اعتکاف سے نکل کر مرنے والے کی جان بچانا ضروری ہے۔ (رد المختار)

آدابِ اعتکاف

مسجد میں یوں تو ادب سے بیٹھنا اٹھنا ہر مسلمان کا فرض ہے لیکن خصوصی اعتکاف کے دنوں میں اسلامی آداب کو مدِ نظر رکھنا چاہیئے اور خاص طور پر معتکف کو اعتکاف کی حالت میں جن آداب کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیئے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اعتکاف میں کھانا پینا

معتکف حضرات کے لیے مسجد میں سحری اور افطاری کے وقت کھانے پینے کی اجازت ہے۔ اعتکاف میں خوراک نہایت ہی سادہ اور قلیل کھانی چاہیئے لیکن بعض لوگ اعتکاف میں بیٹھ کر خوب پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہیں بلکہ مُرغن اور اعلیٰ غذائیں کھاتے ہیں جو عبادت اور یادِ الٰہی میں خلل کا باعث بنتی ہیں۔ اس لیے صوفیاء و فقراء اور اہلِ تقویٰ اس امر کی خاص تلقین کرتے ہیں کہ اعتکاف میں کھانا انتہائی قلیل کھایا جائے مگر کھانا بالکل ترک کرنا اچھا نہیں بلکہ مناسب مقدار میں اپنے جسم کو غذا پہنچانا سنتِ رسول ہے۔ ورنہ پے درپے فاقہ کشی سے کمزوری کے باعث عبادت میں خلل واقع ہوگا۔ لیکن اللہ کی خاص رضا اور حکم کے تحت اگر پورے عشرے کا فاقہ آجائے تو بھی جائز ہوگا۔ کیونکہ اللہ کے مخصوص انسانوں کے ساتھ ایسا ہوجاتا ہے۔ کھانے میں گوشت کا شوربا، سبزی، دال وغیرہ یا اسی قسم کی اور لطیف اثرات رکھنے والی اشیاء حسبِ ضرورت استعمال کرنی چاہئیں۔ البتہ گرمیوں کے موسم میں ٹھنڈی تاثیر رکھنے والی خوراک بھی کھائے تاکہ خشکی نہ ہو۔ اگر کسی معتکف کا کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانا گھر سے لاکر مسجد میں کھائے۔ کھانا مسجد میں جہاں چاہے بیٹھ کر کھا سکتا ہے لیکن اعتکاف میں کھانے کی بہتر اور افضل جگہ وہی ہے جہاں معتکف نے پردہ لگایا ہو۔ بہتر تو یہی ہے کہ کھانا اکیلا کھائے اور ہر نوالے پر اپنی توجہ اللہ ہی کی طرف رکھے اور اس کی نعمت کا شکر ادا کرے۔ اس لیے چند معتکف حضرات کا اکٹھے مل کر کھانا اور اپنے ساتھ غیر معتکف حضرات کو ملا لینا اچھا نہیں۔ اگرچہ ایسا کرنا خلافِ شرع تو نہیں لیکن اعتکاف کے آداب کے خلاف ہے کیونکہ ایسا کرنے سے دعوت کا سماں پیدا ہو جاتا ہے۔ جو آدابِ اعتکاف کے خلاف ہے۔ ایسے ہی اعتکاف میں زیادہ مُرغن اور مصالحے دار غذائیں کھانا اعتکاف کی روح کے خلاف ہے۔ مُرغن غذاؤں سے چونکہ نفس میں سرکشی اور ہوسِ لذت بڑھتی ہے اس لیے ایسی غذائیں استعمال کرنا معتکف

کے لیے اچھا نہیں۔

بعض لوگ روزہ افطار کر کے لیٹرین میں جا کر سگریٹ یا تمباکو نوشی کرتے ہیں ایسا کرنا اعتکاف کے بالکل خلاف ہے کیونکہ معتکف مسجد کی حدود کے باہر کچھ کھا پی نہیں سکتا۔ بہتر تو یہی ہے کہ اعتکاف کے دوران سگریٹ ترک کر دیا جائے اور اگر کوئی آدمی مجبوری کے پیش نظر سگریٹ سے باز نہ رہ سکتا ہو تو مسجد کی کسی کھڑکی کے پاس بیٹھ کر اپنی یہ حرکت بھی کرلے مگر اس کا دھواں کھڑکی سے باہر کی طرف پھینکے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ رعایت اس معتکف کے لیے ہے جس کا سگریٹ کے بغیر گزارہ نہ ہو سکتا ہو۔ ورنہ مسجد کی حدود میں سگریٹ کی قطعی اجازت نہیں۔

۲۔ اعتکاف میں سونا

سوتے وقت مسجد کے آداب و احترام کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیئے اور عموماً اس طرح سونے کی کوشش کرنی چاہیئے جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود سویا کرتے تھے۔

یوں تو معتکف کے لیے اس جگہ پر سونا بہتر ہے جسے اس نے پردے کے ذریعے مخصوص کر رکھا ہو۔ گرمی یا سردی یا کسی اور وجہ سے اس جگہ پر سونے میں دقت ہو تو پھر مسجد کی عمارت یعنی کمرے اور صحن میں جہاں چاہے آرام کرلے، البتہ مسجد کی حدود کے باہر سونے سے اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ اگر مسجد کا صحن نہ ہو یا کشادہ نہ ہو تو مسجد کی چھت پر بھی سو سکتا ہے۔ معتکف کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ کم سے کم سوئے اور رات شب بیداری میں گزارے تو بہت بہتر ہے۔

۳۔ اعتکاف میں کپڑے تبدیل کرنا

معتکف کے لیے مسجد کے اندر لباس تبدیل کرنا جائز ہے بلکہ اس کے پاس صاف ستھرے لباس کے ایک دو جوڑے موجود رہنے چاہئیں تاکہ بکدم لباس تبدیل کرنے کی ضرورت پیش آئے تو غسل کر کے فوراً لباس تبدیل کرلے گندے کپڑوں کو فوراً مسجد سے ہٹا دینا چاہیئے۔ سالکانِ طریقت اعتکاف میں ابتدا سے آخیر تک ایک ہی لباس پہننے کو ترجیح دیتے ہیں بشرطیکہ لباس پاکیزہ رہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ پورا اعتکاف جو کپڑا معتکف کے جسم کے ساتھ رہے گا، وہ بابرکت بن جاتا ہے۔ پھر خاص کر اگر معتکف، متقی اور صالح بزرگ ہو تو اس کا وہ لباس کسی طویل بیماری والے کو پہنا دیا جائے تو وہ صحت یاب ہو جائے گا اس لیے صوفیاء کے لیے ایک ہی لباس میں اعتکاف کرنا بہت بہتر ہے۔ لیکن عام معتکف حضرات جب چاہیں لباس تبدیل کر لیں۔ کیونکہ صاف ستھرے لباس میں رہنا عین شریعتِ اسلامیہ کے مطابق ہے اور خصوصاً جمعہ کے روز لباس تبدیل کر لینا ضروری ہے۔

۴۔ بلند آواز سے تلاوت یا ذکر کرنا

اعتکاف میں معتکف اگر چاہے تو بلند آواز سے تلاوتِ قرآن پاک، تسبیح، اور ذکرِ الٰہی کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کے ایسا کرنے سے کسی دوسرے کی نماز یا عبادت میں خلل نہ پڑتا ہو۔

۵۔ اعتکاف میں درس دینا

دورانِ اعتکاف معتکف قرآن و حدیث اور اسلامی موضوعات پر درس دے سکتا ہے، وعظ و نصیحت کر سکتا ہے۔ اگر امام مسجد ہے تو وہ جماعت بھی کرا سکتا ہے۔ اذان بھی دے سکتا ہے۔ ایسے ہی معتکف حضرات آپس میں کسی دینی موضوع پر یعنی تصوف اور روحانی قسم کی گفتگو کر سکتے ہیں۔ ایک دوسرے سے مسئلہ وغیرہ بھی پوچھ سکتے ہیں۔

۶۔ مسجد کی خدمت

معتکف اگر چاہے تو مسجد کی خدمت کے امور بھی سرانجام دے سکتا ہے لیکن صرف مسجد کی چار دیواری کے اندر ہی رہے۔ مسجد کی صفائی یا جھاڑو وغیرہ دینا یا مسجد کے اندر بلب وغیرہ نصب کرنا، صفیں بچھانا، مسجد کے لیے چندہ اکٹھا کرنا مسجد کی ہی خدمت ہے لیکن صوفیاء ایسے امور کرنے سے گریز کرتے ہیں کیونکہ اس طرح یادِ الٰہی اور ذکر و فکر سے توجہ ہٹ جاتی ہے اور عبادت میں اللہ سے رابطہ اور لگاؤ ماند پڑتا ہے۔

چنانچہ وہ اعتکاف میں صرف اللہ کی یاد کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کرتے۔

۷۔ پردہ قائم رکھنا صوفیاء کے نزدیک جس طرح اعتکاف سنت ہے اسی طرح پردہ لگانا بھی نہایت ضروری سنت ہے۔ کیونکہ حضورؐ نے جتنے بھی اعتکاف کیے وہ پردہ لگا کر کیے اور اعتکاف کی خلوت پردہ کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی۔ اس لیے پردہ اعتکاف میں روحانی مشاہدات کے لیے لازم ہے۔ بیسویں روزے کو عصر کے وقت پردہ لگا کر اور عید کا چاند دیکھ کر پردے کو ہٹانا سنت ہے۔ اگر مسجد کے کمرہ میں پردہ ایسے کونے میں لگا ہو جہاں تک پنجگانہ نماز کی صفیں نہ پہنچتی ہوں تو پردہ دن رات لگا رہنا چاہیئے۔ اگر مسجد میں جگہ تنگ ہو تو پھر پردے کو صرف جماعت کے وقت اٹھا لینے میں کوئی حرج نہیں تاکہ دوسرے نمازیوں کو دقت نہ ہو۔

جو لوگ پردہ کے بغیر اعتکاف کرتے ہیں یا جہاں بہت سے معتکف اکٹھے ہوں اور پردہ کو درمیان سے ہٹا کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں تو اس طرح روحانیت حاصل نہ ہوگی بلکہ صوفیاء نے اسے اچھا فعل نہیں سمجھا، اگر کوئی معتکف زبردستی لوگوں کے پردے ہٹواتا ہو تو وہ سمجھ لے کہ وہ حضور کی سنت کی زبردست خلاف ورزی کر کے گنہگار ہو رہا ہے۔ اس لیے ہمیشہ معتکف کو اپنے پردے میں بیٹھ کر عبادت کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور دوسروں کی عبادت میں بھی خلل پیدا نہیں کرنا چاہیئے۔ رات کے وقت اگر پردے میں گرمی لگتی ہو یا مچھر یا چیونٹیاں وغیرہ تنگ کرتی ہوں تو وہ ایسی جگہ پر بیٹھ سکتا ہے جہاں وہ راحت محسوس کرے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَكَانَ الَّذِي يُرِيدُ أَنْ يَعْتَكِفَ فِيهِ	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو صبح کی نماز پڑھ کر اپنی اعتکاف والی جگہ میں داخل ہو جاتے۔ ایک دفعہ آخری عشرہ میں اعتکاف کا ارادہ فرمایا تو

فَاَرَادَ اَنْ یَّعْتَکِفَ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ فَاَمَرَ فَضُرِبَ لَهٗ خِبَآءٌ فَاَمَرَتْ عَائِشَةُ بِخِبَآءٍ فَضُرِبَ لَهَا وَاَمَرَتْ حَفْصَةُ بِخِبَآءٍ فَضُرِبَ لَهَا فَلَمَّا رَاَتْ زَیْنَبُ خِبَآءَهُمَا اَمَرَتْ بِخِبَآءٍ فَضُرِبَ لَهَا فَلَمَّا رَاٰی ذٰلِکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰلْبِرَّ تُرِدْنَ فَلَمْ یَعْتَکِفْ فِیْ رَمَضَانَ وَاعْتَکَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ ؀

آپ کے لیے خیمہ نصب کیا گیا۔ حضرت عائشہؓ نے بھی اپنے لیے خیمہ نصب کیا اور حفصہؓ نے بھی اپنے لیے خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا اور ان کا خیمہ بھی نصب کیا گیا۔ جب حضرت زینبؓ نے ان کے خیمے دیکھے تو اپنے لیے بھی خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا تو ان کا خیمہ بھی نصب کیا گیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ نیکی یہ نہیں جس کا تم ارادہ کر رہی ہو۔ اس لیے آپ نے رمضان میں اعتکاف نہ فرمایا اور شوال میں دس روز کا اعتکاف فرمایا۔

(ابن ماجہ)

عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اعْتَکَفَ فِیْ قُبَّةٍ تُرْکِیَّةٍ عَلٰی سُدَّتِهَا قِطْعَةُ حَصِیْرٍ قَالَ فَاَخَذَ الْحَصِیْرَ بِیَدِهٖ فَنَحَّاهَا فِیْ نَاحِیَةِ الْقُبَّةِ ثُمَّ اطَّلَعَ رَاْسَهٗ فَکَلَّمَ النَّاسَ ؀

حضرت ابو سلمہؓ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ترکی خیمہ میں اعتکاف فرمایا اس میں جو کھڑکی رکھی گئی تھی اسے چٹائی سے بند کر دیا گیا تھا، ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو الگ کر کے چہرہ مبارک باہر نکال کر لوگوں سے گفتگو فرمائی

(ابن ماجہ)

۸۔ خواب اور مشاہدے کو مخفی رکھنا

اعتکاف کے دوران جو اچھے خواب آئیں ان کا ہر کسی سے ذکر نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اسے مخفی رکھنا چاہیئے۔ ایسے ہی اگر کسی کو مراقبے میں کوئی روحانی مشاہدہ

ہو تو اسے اپنے تک محدود رکھے البتہ اپنے مرشد یا کسی صالح انسان سے اس کا ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔

۹۔ غیر محرم سے ملاقات کی ممانعت

اسلام قطعی طور پر یہ اجازت نہیں دیتا کہ کوئی غیر محرم عورت عام زندگی یا اعتکاف میں غیر محرم سے بات چیت کرے ۔ البتہ اگر کوئی اپنی قریبی رشتہ دار بوڑھی عورت سے دعا کی درخواست کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ۔ مگر دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض معتکف حضرات اعتکاف میں بیٹھ کر غیر محرم عورتوں کو تعویذ دیتے ہیں اور اعتکاف میں بیٹھے ہی ان سے نہ جانے کیا فضول باتیں کہہ جاتے ہیں ایسا کرنا اعتکاف کی روح کے بالکل خلاف ہے ۔ کسی باپردہ عورت کی التجا سننے میں کوئی حرج نہیں مگر جس طرح اعتکاف میں بعض لوگ تعویذ دھاگہ کے کاروبار کو بڑی گرمجوشی سے کرتے ہیں ان کے لیے اعتکاف میں بچنا بہت ضروری ہے ۔ معتکف کی بیوی یا بیٹی یا ماں یا کوئی اور عزیزہ کسی ضروری کام کے بارے میں مطلع تو کر سکتی ہے لیکن ان کا وہاں ٹھہرنا یا لمبی چوڑی باتیں کرنا اعتکاف کے بالکل خلاف ہے ۔ صوفیاء کے نزدیک تو یہی بہتر ہے کہ اپنے گھر کی عورت سے بھی اعتکاف میں بالکل بات نہ کی جائے اور مکمل طور پر کسی بھی عورت سے کلام کرنے سے خود کو روکا جائے ۔

۱۰۔ معتکف کا روزہ افطار کروانا

روزہ افطار کروانے کا ویسے ہی بڑا اجر ہے لیکن خاص کر معتکف کا روزہ افطار کروانا اور اس کو کھانا کھلانا یا اس کی سحری کا بندوبست کرنا بہت افضل ہے ۔ اگر کوئی معتکف ایسی مسجد میں ہو جہاں اس کا ذاتی طور پر سحری اور افطاری کا بندوبست نہ ہو تو اس کے لیے سحری اور افطاری کا بندوبست کرنا چاہیے ۔ اللہ اس سے بہت راضی ہوتا ہے کیونکہ معتکف نہ صرف اعتکاف میں کسی شخص کا مہمان ہوتا ہے بلکہ اللہ کا مہمان ہوتا ہے اور اللہ کے مہمان کو کھلانا بہت ثواب ہے ۔ صاحب

حیثیت کو اس طرف خاص توجہ دینی چاہیئے۔

خواتین کا اعتکاف

خواتین کے لیے بھی اعتکاف کرنا بڑی سعادت مندی ہے لہذا جن خواتین کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں فراغت حاصل ہو تو انھیں ضرور اعتکاف کرنا چاہیئے اور اللہ کے حضور میں بیٹھ کر اپنے دامن کو رحمت سے مالا مال کرنا چاہیئے۔ کیا معلوم کہ زندگی میں یہ موقعہ دوبارہ آئے یا نہ آئے۔ لہذا اعتکاف کرنے والی خواتین کو اعتکاف میں مندرجہ ذیل طریق کار اپنانا چاہیئے اور ان آداب پر عمل پیرا ہونا چاہیئے تاکہ اعتکاف بارگاہِ رب العزت میں مقبول ہو۔

(۱) خواتین کا اعتکاف اپنے گھروں میں ہے۔ گھر میں عموماً جس جگہ پر نماز ادا کی جاتی ہے وہاں خواتین اعتکاف کریں۔ اگر کوئی مقررہ جگہ نہیں تو گھر میں کسی ایک جگہ کو مقرر کر کے وہاں اعتکاف کریں۔ اس جگہ کو مسجدِ بیت کہتے ہیں۔ عورت کے لیے یہ جگہ اسی طرح ہے جس طرح مرد کے لیے مسجد ہے۔ اور جس طرح مرد کسی حاجت کے بغیر مسجد سے باہر نہیں جا سکتا اسی طرح اعتکاف بیٹھنے والی عورت بھی کسی حاجت کے بغیر اس جگہ سے اِدھر اُدھر نہیں جا سکتی۔

مسجد میں عورت کے لیے اعتکاف کرنا جائز نہیں۔ کتنی خوش قسمت ہیں وہ خواتین جو اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لیے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں گھروں پر اعتکاف کرتی ہیں۔

(۲) خواتین کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ بیسویں روزے کی شام کو اعتکاف کی جگہ پر معتکف ہو جائیں اور آخری روزہ مکمل کر کے جائے اعتکاف سے نکل آئیں معتکف خاتون کو اعتکاف میں بیٹھ کر گھر کا کام کاج کرنے کی اجازت نہیں۔ بلکہ گھریلو کام بیٹی یا کسی اور کو کرنا چاہیئے اور معتکف خاتون کو مسلسل اپنی عبادتگاہ پر رہنا چاہیئے البتہ اگر کوئی گھر میں کھانا پکانے والا نہ ہو تو معتکف خاتون کو جلدی سے

کھانا تیار کر لینے کی اجازت ہے۔

(۳) اعتکاف کرنے کے لیے خاتون کو اپنے خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے کیونکہ مرد کے حقوق عورت پر مقدم ہیں اس لیے ہو سکتا ہے کہ خاوند وظیفہ زوجیت کے بغیر چند دن نہ گزار سکتا ہو اور اعتکاف کی پابندی کی وجہ سے بیوی کے پاس نہ جا سکنے کی صورت میں برائی میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ اس لیے خاوند کی اجازت ضروری ہے لیکن جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو اعتکاف کی اجازت دیدے تو پھر اجازت کو منسوخ نہیں کر سکتا۔

(۴) ایام اعتکاف میں خواتین کے لیے ضروری ہے کہ وہ حیض اور نفاس سے پاک رہیں۔ لہٰذا اعتکاف کرنے والی عورتوں کو اعتکاف شروع کرنے سے پہلے یہ اندازہ کر لینا چاہیئے کہ ان ایام میں ماہواری کی تاریخیں تو آنے والی نہیں۔ اگر آخری عشرے میں ماہواری آنے کا اندازہ درست ہو تو پھر اعتکاف شروع نہیں کرنا چاہیئے اگر اعتکاف کے دوران عورت کو حیض یا نفاس شروع ہو جائے تو اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا جب عورت پاک ہو جائے تو جتنے دن واجب اعتکاف سے رہ گئے ہوں وہ بعد میں پورے کرے۔ اگر اعتکاف سنت تھا تو اس میں قضا پوری کرنا لازم ہے البتہ نفل اعتکاف کی کوئی قضا نہ ہو گی۔

(۵) معتکف خاتون کو ذکر، فکر، تلاوت، نوافل ادا کرنے چاہئیں اور اعتکاف میں اسے اپنے بستر پر لیٹنے، سونے اور جائے اعتکاف میں اٹھنے بیٹھنے کی اجازت ہے تاکہ وہ مقررہ مدت آسانی سے عبادت میں گزار سکے۔ البتہ گرمیوں کے موسم میں شدید گرمی کے باعث اگر خاتون رات اپنے کمرے میں نہ گزار سکتی ہو تو جب رات کے وقت اہل خانہ سو جائیں تو وہ جائے اعتکاف سے نکل کر بالاخانے پر یا گھر کی ایسی جگہ پر بھی محو عبادت رہ سکتی ہے جہاں وہ راحت محسوس کرے۔ اس کے علاوہ رفع حاجت اور وضو کے لیے اپنی جگہ سے نکل سکتی ہے۔

(٦) اعتکاف کے دوران گفتگو وغیرہ منع نہیں لیکن زیادہ وقت عبادت میں

گزارنے کی کوشش کرے اور فضول نیز بیہودہ گفتگو سے پرہیز کرے۔ عورت کے اعتکاف کے دوران خاوند نہ تو وظیفہ زوجیت ادا کر سکتا ہے نہ اس کا بوسہ وغیرہ لے سکتا ہے۔

(۷) عورتوں کے لیے گھر میں رہ کر اعتکاف کرنا آسان ہے لیکن ہماری اکثر عورتیں اس ثواب سے محروم رہتی ہیں بلکہ امیر گھرانے کی عورتیں تو اسے بالکل پسند نہیں کرتیں دراصل یہ ان کی کمزوری ہے کہ وہ بہت بڑی سعادت سے محروم رہ جاتی ہیں۔

عباداتِ اعتکاف

اعتکاف سراسر عبادت ہے لیکن اس میں مندرجہ ذیل فرضی اور نفلی عبادت کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر اعتکاف کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔

عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْقِظُ اَهْلَهٗ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ؕ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں گھر والوں کو (عبادت کے لیے) جگاتے۔ (ترمذی)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهَا ؕ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں (عبادت کی) جس قدر کوشش فرماتے، اتنی دوسرے دنوں میں نہ فرماتے۔ (ترمذی)

۱۔ فرض نمازیں

عباداتِ اعتکاف میں اولین حیثیت نماز پنجگانہ کو حاصل ہے۔ فرض نمازیں نہایت ہی خشوع اور خضوع سے پڑھنی چاہئیں۔ نماز کے قیام میں انکساری اور عاجزانہ رویہ ہو اور دنیا وی کو قریب نہ پھٹکنے دے۔ اور توجہ اللہ کی طرف ہو۔ گویا کہ دنیا سے بے خبر ہو

خانہ کعبہ کا تصور کرے اور اپنے آپ کو اس طرح محو کرے گویا کہ وہ خانہ کعبہ میں کھڑا ہے۔ اور اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور تمام نمازیں با جماعت ادا کرے اور پہلی صف میں ادا کرنا افضل ہے۔

۲۔ نوافل

اعتکاف میں نفل نمازیں ادا کرنا بہت ہی افضل ہے کیونکہ یہ نفل نمازیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ادا کیا کرتے تھے۔ اور آپ کی متابعت میں اولیاء کرام اور صوفیاء بھی ان نمازوں کو بڑی توجہ سے ادا کرتے ہیں۔ البتہ مکروہ اوقات میں کوئی نماز ادا نہ کی جائے۔ جب سورج نکل رہا ہو یا جب غروب ہو رہا ہو یا عین دوپہر کے وقت۔ نماز فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی فرض نماز کے بعد مغرب تک نوافل نہ پڑھے جائیں۔ نفل نمازیں مندرجہ ذیل ہیں۔ نماز تہجد، اشراق، چاشت اور اوابین۔ ان نمازوں کے نوافل بڑی عاجزی کے ساتھ ادا کرنے چاہئیں۔ صلوٰۃ تسبیح بھی پورے اعتکاف میں ایک بار ضرور پڑھنی چاہیے۔ ان نفل نمازوں کے علاوہ بھی اعتکاف میں نوافل پڑھنے چاہئیں۔ کیونکہ رمضان المبارک کے نوافل کا درجہ عام دنوں کے فرضوں کے برابر ہوتا ہے۔ اس لیے قضا نمازوں کی قضا پوری ہونے کا سامان پیدا ہو جاتا ہے۔

۳۔ درود شریف

اللہ تعالیٰ کا اپنا پسندیدہ وظیفہ درود پاک ہے اسی لیے درود شریف کا وظیفہ بھی بہت اعلیٰ ہے اور خاص کر جو حضرات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے خواہاں ہوں یا عشقِ رسول ؐ کے طالب ہوں تو جب وہ اعتکاف میں کثرت سے درود پاک کا ورد کریں گے تو ان کی مراد ضرور پوری ہو گی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو گی اور جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے اسے اور کیا چاہیئے۔

۴۔ تلاوتِ قرآن پاک اعتکاف میں قرآن پاک کی تلاوت سے بھی اسرارِ ربانی ظاہر ہوتے ہیں اور کثرتِ تلاوت سے خوابوں میں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کا دیدار ہوتا ہے اور معتکف کے دائیں بائیں آگے پیچھے سے مختلف قسم کے انوارات کی تجلیات دکھائی دیتی ہیں اور تلاوت انسان کی بخشش کا وسیلہ بنتی ہے اور اس کے ہر لفظ پر نیکیاں ہی نیکیاں شمار کی جاتی ہیں اور نیکیوں کے اضافہ سے انسان کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۵۔ مراقبہ اعتکاف میں تمام تر عبادات کے علاوہ دل کی استقامت کے ساتھ مراقبہ بھی کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مراقبہ حفاظتِ ایمان اور حصولِ روحانیت کے لیے بنیادی چیز ہے۔ اس لیے جب موقع میسر آئے مراقبہ کرے۔ مراقبہ میں معتکف کو فیوض و برکات اور مشاہدات بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اولیاء اور صوفیاء کا عام معمول ہوتا ہے کہ وہ اعتکاف میں مراقبہ پر بہت زور دیتے ہیں کیونکہ اس میں وہ رازِ پنہاں ہیں جنھیں صرف روح ہی دیکھتی اور محسوس کرتی ہے۔

صدقۂ فطر

صدقۂ فطر وہ ہے جو رمضان المبارک کے روزے ختم ہونے پر واجب ہوتا ہے۔ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حسبِ ذیل ہیں:۔

حدیث ۱:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور اور جو کا ایک صاع صدقۂ فطر مسلمانوں کے ہر غلام آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے پر فرض قرار دیا اور حکم دیا کہ نمازِ عید پڑھنے سے پہلے پہلے ادا کر دیا جائے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۲:۔ حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہٖ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا کہ مکہ کے گلی کوچوں میں اعلان کر دے کہ صدقۂ فطر واجب ہے ہر مسلمان مرد و عورت آزاد، غلام، چھوٹے اور بڑے پر، دو مُد گندم یا ایک صاع کھانا۔ (ترمذی)

حدایت ۳:۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے رمضان کے آخر میں لوگوں سے فرمایا۔ "اپنے روزے کا صدقہ ادا کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ فطر واجب قرار دیا ہے ایک صاع کھجور یا جو۔ یا آدھا صاع گندم ہر آزاد و غلام، مرد و عورت اور چھوٹے بڑے پر۔ (ابو داؤد نسائی)

حدیث ۴:۔ حضرت ابن عباسؓ ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ زکوٰۃ فطر روزے کو لغو اور بیہودہ باتوں سے پاک کرتی ہے اور مسکینوں کے لیے خورد و نوش کا ذریعہ ہے۔ (ابو داؤد)

حدایت ۵:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بندے کا روزہ زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتا ہے یعنی قبول نہیں ہوتا جب تک اس کے ذمہ صدقہ فطر واجب ہے اور عمر بھر اس کے ادا کرنے کا وقت ہے۔ (دیلمی، ابن عساکر)

صدقہ فطر ادا کرنے کے متعلق شرعی مسائل حسب ذیل ہیں۔

مسئلہ ۱:۔ جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوٰۃ لاگو ہوتی ہو یا اس پر زکوٰۃ واجب نہیں لیکن ضروری سامان اتنی قیمت کا ہو کہ جس پر زکوٰۃ کا اطلاق ہوتا ہے اس پر نمازِ عید سے پہلے صدقہ فطر دینا واجب ہے۔ اس میں زکوٰۃ کی طرح عاقل، بالغ اور مال کے نامی ہونے کی شرط نہیں ہے۔

مسئلہ ۲:۔ صدقۂ فطر واجب ہے عمر بھر اس کا وقت ہے یعنی اگر ادا نہ کیا ہو تو اب ادا کر دے۔ ادا نہ کرنے سے ساقط نہ ہوگا، نہ اب ادا کرنا قضا ہے بلکہ اب بھی ادا ہی ہے اگرچہ مسنون قبل نمازِ عید ادا کر دینا ہے۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۳:۔ عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص صبح صادق سے پہلے مر گیا یا غنی تھا فقیر ہو گیا یا صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب نہ ہوا اور اگر صبح طلوع ہونے کے بعد مرا یا صبح طلوع ہونے سے پہلے کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب ہے (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۴:۔ صدقہ فطر ہر شخص پر واجب ہے مال پر نہیں۔ لہٰذا مر گیا تو اس کے مال سے ادا نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر ورثاء بطور احسان اپنی طرف سے ادا کر دیں تو ہو سکتا ہے کچھ ان پر جبر نہیں

اور اگر وصیت کر گیا ہے تو تہائی مال سے ضرور ادا کیا جائے گا اگرچہ ورثا اجازت نہ دیں (جوہرہ)

مسئلہ ۵:۔ نابالغ یا مجنون اگر مالکِ نصاب ہیں تو ان پر صدقہ فطر واجب ہے ان کا ولی ان کے مال سے ادا کرے۔ اگر ولی نے ادا نہ کیا اور نابالغ بالغ ہو گیا یا مجنون کا جنون جاتا رہا تو اب یہ خود ادا کر دے اور اگر خود مالکِ نصاب نہ تھے اور ولی نے ادا نہ کیا تو بالغ ہونے یا ہوش میں آنے پر ان کے ذمہ ادا کرنا نہیں۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۶:۔ صدقہ فطر واجب ہونے کے لیے روزہ رکھنا شرط نہیں۔ اگر کسی عذر، سفر، مرض، بڑھاپے کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلا عذر روزہ نہ رکھا جب بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۷:۔ مرد مالکِ نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچے کی طرف سے واجب ہے جبکہ بچہ خود مالکِ نصاب نہ ہو ورنہ اس کا صدقہ اسی کے مال سے ادا کیا جائے اور مجنون اولاد اگرچہ بالغ ہو جبکہ غنی نہ ہو تو اس کا صدقہ اس کے باپ پر واجب ہے اور غنی ہو تو خود اس کے مال سے ادا کیا جائے۔ جنون خواہ اصلی ہو یعنی اصلی حالت میں بالغ ہوا یا بعد کو عارض ہوا دونوں کا ایک حکم ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۸:۔ اپنی عورت اور اولاد عاقل و بالغ کا فطرہ اس کے ذمے نہیں اگرچہ اپاہج ہو اگرچہ اس کے نفقات اس کے ذمہ ہوں۔ عورت یا بالغ اولاد کا فطرہ ان کے بغیر اذن ادا کر دیا تو ادا ہو گیا بشرطیکہ اولاد اس کے عیال میں ہو یعنی اس کا نفقہ وغیرہ اس کے ذمے ہو ورنہ اولاد کی طرف سے بلا اذن ادا نہ ہو گا اور عورت نے اگر شوہر کا فطرہ بغیر حکم ادا کر دیا تو ادا نہ ہوا۔ ماں باپ، دادا، دادی، نابالغ بھائی اور دیگر رشتہ داروں کا فطرہ اس کے ذمے نہیں اور بغیر حکم ادا بھی نہیں کر سکتا۔ (فتاوی عالمگیری)

مسئلہ ۹:۔ صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے۔ گیہوں یا اس کا آٹا یا ستو نصف صاع، کھجور یا منقّٰی یا جَو یا اس کا آٹا یا ستو ایک صاع۔ گیہوں، جو، منقّٰی، کھجوریں دی جائیں تو ان کی قیمت کا اعتبار نہیں مثلاً نصف صاع عمدہ جَو جن کی قیمت ایک صاع جَو کے برابر ہے یا چہارم صاع کھرے گیہوں جو قیمت میں نصف صاع گیہوں کے برابر ہیں یا نصف صاع کھجوریں دیں جو ایک صاع جَو یا نصف صاع گیہوں کی قیمت کے ہوں یہ سب ناجائز ہے۔ جتنا دیا اتنا ہی ادا ہوا باقی اس کے

ذمہ واجب ہے ادا کرے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰:۔ گیہوں اور جو کے دینے سے ان کا آٹا دینا افضل ہے اور اس سے افضل یہ کہ قیمت دے دے۔ خواہ گیہوں کی قیمت دے یا جو کی یا کھجور کی۔ مگر گرانی میں خود ان کا دینا قیمت دینے سے افضل ہے اور اگر خراب گیہوں یا جو کی قیمت دی تو اچھے کی قیمت سے جو کمی پڑی، پوری کرے۔ (در مختار، ردالمحتار)

نصف صاع سے مراد سوا دو سیر یعنی دو کلو ۳۲۵ گرام ہے اور صاع سے مراد ۴ کلو ۷۰ گرام ہے۔ قیمت ادا کرنا زیادہ بہتر ہے تاکہ لینے والے اپنی ضرورت کے مطابق استعمال میں لا سکیں۔

مسئلہ ۱۱:۔ فطرہ کا مقدم کرنا مطلقاً جائز ہے جب کہ وہ شخص موجود ہو جس کی طرف سے ادا کرتا ہو اگرچہ رمضان سے پیشتر ادا کرے اور اگر فطرہ ادا کرتے وقت مالک نصاب نہ تھا پھر ہو گیا تو فطرہ صحیح ہے اور بہتر یہ ہے کہ عید کی صبح صادق ہونے کے بعد اور عید گاہ جانے سے پہلے ادا کر دے۔ (در مختار، عالمگیری)

مسئلہ ۱۲:۔ ایک شخص کا فطرہ ایک مسکین کو دینا بہتر ہے اور چند مساکین کو دے دیا جب بھی جائز ہے۔ یونہی ایک مسکین کو چند اشخاص کا فطرہ دینا بھی بلا اختلاف جائز ہے اگرچہ سب فطرے ملے ہوئے ہوں۔ (در مختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۳:۔ شوہر نے عورت کو اپنا فطرہ ادا کرنے کا حکم دیا اس نے شوہر کے فطرے کے گیہوں میں ملا کر فقیر کو دے دیے اور شوہر نے ملانے کا حکم نہ دیا تھا تو عورت کا فطرہ ادا ہو گیا، شوہر کا نہیں مگر جب کہ ملا دینے پر عرف جاری ہو تو شوہر کا بھی ادا ہو جائے گا۔ عورت نے شوہر کو اپنا فطرہ ادا کرنے کا اذن دیا اس نے عورت کے گیہوں اپنے گیہوں میں ملا کر سب کی نیت سے فقیر کو دے دیے جائز ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴:۔ صدقہ فطر کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں یعنی جن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں انھیں فطرہ بھی دے سکتے ہیں اور جنھیں زکوٰۃ نہیں دے سکتے انھیں فطرہ بھی نہیں۔ سوا عامل کے کہ اس کے لیے زکوٰۃ ہے، فطرہ نہیں۔ (در مختار، ردالمحتار)

عید الفطر

عید الفطر مسلمانوں کی خوشی کا دن ہے۔ عید کا معنی لوٹ کر بار بار آنا ہے۔ چونکہ یہ خوشی کا دن ہر سال لوٹ کر آتا رہتا ہے اس لیے اسے عید کہا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ؕ	روزوں کی تعداد پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور اس کا شکر ادا کرتے رہو۔ (پ ۲، بقرہ ۱۸۵)

اس آیت میں بڑائی بیان کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے مراد عید ہے۔ اسلامی سال کے شوال کے مہینہ کی پہلی تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے جس کو یوم الرحمۃ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت فرماتا ہے اور اسی روز اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو شہد بنانے کا الہام کیا تھا اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی اور اسی روز اللہ تبارک و تعالیٰ نے درخت طوبیٰ پیدا فرمایا۔ اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو وحی کے لیے منتخب فرمایا۔ اور اسی دن فرعون کے جادوگروں نے توبہ کی تھی۔ (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۱۸)

اس دن کی وجہ تسمیہ کے بارے میں حضرت انسؓ کی روایت یہ ہے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا فَقَالَ مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ	حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ اہل مدینہ دو دن تہوار مناتے اور کھیل کود کرتے تھے۔ حضورؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا
قَالُوْا كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	یہ دو دن کیسے ہیں؟ تو لوگوں نے کہا دورِ جاہلیت میں ہم ان دونوں دنوں میں کھیل کود کرتے

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَبْدَلَكُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا يَوْمَ الْاَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ ۔

تھے تب حضورؐ نے فرمایا کہ ان دنوں کے عوض اللہ نے تمہیں یوم عید الفطر اور یوم عید الاضحیٰ عطا فرمائے ہیں۔ (ابوداؤد)

مسائلِ عیدُ الفطر

۱۔عید کی نماز دو رکعت ہے

عید الفطر کے شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔ عید الفطر کی نماز دو رکعت ہے جس کا پڑھنا واجب ہے۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اِلَى الْمُصَلّٰى فَاَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلٰوةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰى صُفُوْفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوْصِيْهِمْ وَيَاْمُرُهُمْ فَاِنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهٗ اَوْ يَاْمُرُ بِشَيْءٍ اَمَرَ بِهٖ ثُمَّ يَنْصَرِفُ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لیے عیدگاہ تشریف لے جاتے تو جس کو سب سے پہلے شروع کرتے وہ نماز عید ہوتی پھر نمازیوں کی طرف منہ کر کے ان کو نصیحت کرتے، رشد و ہدایت کرتے اور اگر کہیں لشکر کی روانگی مقصود ہوتی تو اس کو روانہ کرتے یا کسی اور کام کا حکم دیتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر عیدگاہ سے واپس ہوتے تھے۔

(بخاری شریف)

۲۔عید کی نماز بغیر اذان اور اقامت ہے

عید الفطر کی نماز بغیر اذان اور اقامت کے ہے یعنی نماز سے قبل اذان نہیں دی جاتی اور نہ ہی جماعت کھڑی ہونے سے قبل اقامت کہی جاتی ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَّلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دو مرتبہ سے زیادہ عیدین کی نماز بغیر اذان اور اقامت کے پڑھی ہے۔ (مسلم شریف)

۳۔ نمازِ عید کے بعد خطبہ سننا ضروری ہے

عید کا خطبہ سننا سُنت ہے اور یہ خطبہ عید کی نماز ادا کرنے کے بعد پڑھا جاتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما عیدین کی نمازیں خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے۔ (مسلم شریف)

۴۔ نمازِ عید الفطر کا مسنون وقت

نمازِ عید الفطر کا وقت سورج کے اچھی طرح روشن ہو جانے سے شروع ہوتا ہے اور قبل از زوال تک رہتا ہے لیکن افضل وقت ایک یا دو نیزہ سورج بلند ہونے پر ہے اس وقت عید کی نماز پڑھنا بہت بہتر ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اشراق کے وقت عید الفطر کی نماز پڑھنے سے فارغ ہو جاتے۔ ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوا ہے۔

عَنْ اَبِي الْحُوَيْرِثِ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَّهُوَ بِنَجْرَانَ عَجِّلِ الْاَضْحٰى وَاَخِّرِ الْفِطْرَ وَذَكِّرِ النَّاسَ۔

حضرت ابوحویرث رض بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کو جب وہ نجران میں تھے لکھا کہ عید الاضحیٰ میں عجلت کریں اور عید الفطر میں تاخیر کریں اور لوگوں کو نصیحت کریں۔ (شافعی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سورج اچھی طرح روشن ہونے پر عیدین کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے لیکن عیدالاضحیٰ کی نماز میں جلدی اور عیدالفطر کی نماز میں قدرے دیر کرنا افضل اور سنت ہے۔

۵۔ غسل اور اچھا لباس پہننا

عید کے دن غسل کرنا، ناخن تراشنا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا اور صاف ستھرا پاکیزہ لباس پہننا سنت ہے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن یعنی عید کے دن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے خوشی کا دن بنایا ہے لہٰذا اس دن خوب غسل کر لیا کرو اور اگر خوشبو ہو تو وہ بھی لگایا کرو اور مسواک کر لیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عید کے دن جسم کی طہارت قائم کرنا اور پاکیزہ لباس پہننا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ سے جہاں تک ہو سکتا عید کے دن اچھے سے اچھا لباس پہننے کی کوشش کرتے۔

۶۔ صدقہ فطر ادا کرنا

عیدالفطر کی نماز پڑھنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا ضروری اور واجب ہے۔ اس کا ادا کرنا اس لیے بھی ضروری ہے تاکہ غریب لوگ بھی عید کی خوشی میں شامل ہو سکیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کھجوروں کا یا جو کا ایک صاع ملت مسلمہ کے غلام آزاد، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے پر فرض فرمایا ہے اور یہ حکم دیا کہ اس کو نماز عید کو جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے (بخاری شریف)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رمضان کے

آخِرِ رَمَضَانَ اَخْرِجُوْا صَدَقَةَ صَوْمِكُمْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ اَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ قَمْحٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ ۞	آخر میں لوگوں سے فرمایا کہ اپنے روزوں کا صدقہ نکالو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صدقہ کو فرض فرمایا ہے۔ اس کی مقدار ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، اور گیہوں نصف صاع ہر آزاد، غلام، مرد اور عورت چھوٹے اور بڑے پر مقرر اور لازم فرمائی ہے۔ (ابوداؤد، نسائی)

۷۔ نمازِ عیدالفطر سے پہلے میٹھی چیز کھانا سُنّت ہے

نمازِ عیدالفطر سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا سُنّت ہے۔

بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک عیدگاہ کی طرف نہ جاتے جب تک آپ کھجوریں نہ کھا لیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عید کے دن کھجوریں یا کوئی میٹھی چیز کھانا سنت ہے۔ لہٰذا دودھ سویوں کا کھانا بھی اسی سنت میں شمار ہوتا ہے۔

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْاَضْحٰى حَتّٰى يُصَلِّيَ ۞	حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن بغیر کچھ کھائے عیدگاہ میں نہیں جاتے تھے اور قربانی کے دن نماز پڑھنے کے بعد کھاتے تھے (ترمذی۔ ابن ماجہ)

۸۔ خُطبہ کے دوران عصا سے ٹیک لگانا سُنّت ہے

عید کا خطبہ دیتے وقت ٹیک لگانا سنت ہے۔

کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

عَنِ الْبَرَاءِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْوِلَ يَوْمَ الْعِيْدِ	حضرت براءؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن کمان پر ٹیک

قَوْسًا فَخَطَبَ عَلَيْهِ ۞ — لگا کر خطبہ دیا۔ (ابوداؤد)

عَنْ عَطَاءٍ مُرْسَلًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَطَبَ يَعْتَمِدُ عَلٰى عَنَزَتِهٖ اِعْتِمَادًا ۞

حضرت عطاءؒ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو اپنے عصا پر تکیہ کرتے تھے۔ (شافعی)

۹۔ نمازِ عید کے لیے پیدل آنا جانا سنت ہے

عیدگاہ کو پیدل جانا سنت ہے اور ایسے ہی جس راستے سے جائے اس راستے سے نہ آئے بلکہ راستہ بدل کر آنا سنت ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ فِيْ طَرِيْقٍ رَّجَعَ فِيْ غَيْرِهٖ ۞

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عیدگاہ کو جاتے تو ایک راہ سے جاتے اور دوسرے سے واپس آتے تھے۔ (ترمذی، دارمی)

۱۰۔ نمازِ عید سے پہلے اور بعد نوافل پڑھنے کی ممانعت

عید کی نماز سے قبل یا بعد میں نوافل پڑھنا درست نہیں کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا ۞

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کی دو رکعتیں پڑھیں۔ نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کوئی نفل پڑھے۔ (بخاری شریف)

۱۱۔ عید کے دن اللہ کی راہ میں دینا بہت افضل ہے

عید کے دن صدقہ اور خیرات کرنا بڑا افضل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں اس روز دینے کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے۔

سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَشَهِدْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَ قَالَ نَعَمْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ وَلَمْ يَذْكُرْ اَذَانًا وَّلَا اِقَامَةً ثُمَّ اَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَاَيْتُهُنَّ يُهْوِيْنَ اِلٰى اٰذَانِهِنَّ وَحُلُوْقِهِنَّ يَدْفَعْنَ اِلٰى بِلَالٍ ثُمَّ ارْتَفَعَ هُوَ وَبِلَالٌ اِلٰى بَيْتِهٖ ؎

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ عید میں شرکت کی ہے؟ انھوں نے کہا بیشک، ایک مرتبہ حضورؐ نماز کے لیے (عیدگاہ) تشریف لائے، نماز پڑھی پھر خطبہ دیا۔ اذان اور اقامت نہ کہی۔ اس کے بعد آپؐ خواتین میں آئے اور نصیحت فرمائی، اللہ کی یاد دلائی اور صدقہ کا حکم دیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ خواتین اپنے کانوں اور گلوں کی جانب ہاتھ بڑھا کر زیور اتار کر بلالؓ کو دے رہی تھیں۔ پھر آپؐ اور بلالؓ اٹھ کر گھر تشریف لے آئے۔ (بخاری)

۱۲۔ عید کے دن اظہارِ خوشی

عید کے دن اظہارِ خوشی کی اجازت ہے اس کا ثبوت مسلم کی اس حدیث سے ملتا ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ منیٰ میں دو بچیوں کے پاس سے گزرے۔ وہ دف بجا رہی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ دونوں انصار کے وہ اشعار گا رہی تھیں جو یومِ بعاث سے تعلق رکھتے تھے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انھیں جھڑکا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا اے ابوبکرؓ! انھیں چھوڑ دو کہ یہ عید کے دن ہیں۔ اے ابوبکرؓ! ہر قوم کے لیے عید ہوتی ہے اور یہ ہمارا عید کا دن ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ خوشی جس کی شریعت میں اجازت ہے عید کے روز اس کا اظہار کیا جا سکتا ہے لہٰذا چند دوستوں کا عید کے موقع پر مل کر سیر و تفریح کر لینے میں کوئی حرج نہیں لیکن یاد رہے کہ احکامِ خداوندی کے خلاف والی سیر و تفریح اسلام میں منع ہے۔

۱۳۔ نمازِ عید میں عورتوں کی شمولیت

عورتوں کا نماز عید میں شامل ہونا درست ہے لیکن عید گاہ میں ان کے لیے علیحدہ باپردہ انتظام ہونا ضروری ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ شَهِدْتُ الصَّلٰوةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَامَ مُتَّكِئًا عَلٰى بِلَالٍ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ النَّاسَ وَذَكَّرَهُمْ وَحَثَّهُمْ عَلٰى طَاعَتِهٖ وَمَضٰى اِلَى النِّسَاءِ وَمَعَهٗ بِلَالٌ فَاَمَرَهُنَّ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عید کے دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شرکت کی آپؐ نے خطبہ سے پہلے بغیر اذان و اقامت کے نماز شروع کی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو جناب بلالؓ سے ٹیک لگا کر اللہ کی حمد و ثنا کی اور لوگوں کو نصیحت کی، اللہ اور اپنی اطاعت کی طرف رغبت دلائی (خطبہ دیا) پھر آپؐ حضرت بلالؓ کے ساتھ خواتین میں تشریف لائے اور عورتوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور انھیں پند و نصائح فرمائے (نسائی)

۲۔ نماز عید پڑھنے کا طریقہ اور مسائل

نماز عید کے لیے صف بندی کے بعد پہلے اس طرح نیت کریں کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی مع چھ زائد تکبیروں کے واسطے اللہ تعالیٰ کے۔ (مقتدی اتنا اور کہے پیچھے اس امام کے) منہ میرا طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر! پھر تکبیر تحریمہ کے لیے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہہ کر باندھ لیں اور ثناء یعنی سبحانک اللھم الخ پڑھیں، پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ چھوڑ دیں، پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ چھوڑ دیں پھر کانوں تک

ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔ خلاصہ یہ کہ پہلی تکبیر کے بعد بھی ہاتھ باندھ لیں اور دوسری اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں۔ چوتھی کے بعد ہاتھ باندھ لیں۔ چوتھی تکبیر کے بعد امام آہستہ سے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر بلند آواز سے الحمد الخ اور کوئی سورت پڑھیں اور رکوع و سجود کریں۔ پھر جب دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوں۔ پہلے امام الحمد الخ اور کوئی سورہ پڑھیں۔ پھر تین بار کانوں تک ہاتھ اٹھا کر ہر بار اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ چھوڑ دیں اور چوتھی بار بلا ہاتھ اٹھائے تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جائیں اور باقی نماز دوسری نمازوں کی طرح پوری کریں۔

نماز کے بعد امام منبر پر کھڑے ہو کر دو خطبے پڑھے اور ان کے درمیان اتنی دیر تک بیٹھے جتنی دیر جمعہ کے خطبوں کے درمیان بیٹھتے ہیں۔ خطبہ پوری توجہ سے سننا چاہیے عید کے خطبوں کے بعد دعا مانگیں۔ چونکہ تمام پنجگانہ نمازوں کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لیے اس پر قیاس کر کے دعا مانگنا ضروری ہے۔ خطیب عیدین کے خطبہ کا آغاز تکبیر یعنی اللہ اکبر سے کرے۔ پہلے خطبہ میں نو مرتبہ اور دوسرے میں سات مرتبہ اللہ اکبر کہے۔ خطیب پر لازم ہے کہ خطبے میں اس روز کے مناسب احکام یعنی صدقۂ فطر یا تکبیراتِ تشریق اور قربانی کے احکام بیان کرے۔ نماز عید پڑھنے کے مفصّل مسائل حسب ذیل ہیں:

مسئلہ ۱: اگر کوئی عید کی نماز میں پہلی رکعت میں تکبیروں کے بعد شریک ہوا تو نیت باندھنے کے فوراً بعد (بغیر ثنا پڑھے) ہاتھ اٹھا کر تکبیریں کہہ لے اگرچہ امام قرأت شروع کر چکا ہو اور اگر رکوع میں شریک ہوا ہو تو اگر گمان غالب ہو تکبیروں کے بعد امام کا رکوع مل جائے گا تو نیت باندھ کر تکبیریں کہہ لے۔ بعد اس کے رکوع میں جائے۔ اور رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو رکوع میں شریک ہو جائے اور حالت رکوع میں بجائے تسبیح کے بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیریں کہہ لے اور اگر پوری تکبیریں کہنے سے پہلے امام رکوع سے سر اٹھا لے تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور جس قدر تکبیریں رہ گئی ہیں وہ اس سے معاف ہیں۔

مسئلہ ۲: اگر کسی کی عید کی نماز میں پہلی رکعت چلی جائے تو جب وہ کھڑا ہو کر اس کو ادا کرنے لگے تو پہلے قرأت کر لے یعنی پہلے ثناء، پھر تعوذ، تسمیہ، فاتحہ اور سورت پڑھ لے۔ اس کے بعد دوسری رکعت کے بعد تکبیریں کہہ کر رکوع میں جائے۔ اور اگر بھولے سے یا بے علمی سے زائد تکبیریں قرأت سے پہلے ادا کر لے تو بھی اس کی نماز ہو جائے گی مگر مکروہ تنزیہی ہوگی۔

مسئلہ ۳: البتہ اگر دونوں رکعتیں جاتی رہیں یعنی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد شامل ہوا تو وہ تکبیرات کو ان کے موقع پر (مقتدی کی طرح) ادا کرے۔

مسئلہ ۴: اگر امام دوسری رکعت میں تکبیریں کہنا بھول جائے اور رکوع میں اس کو خیال آئے تو اس کو چاہیئے کہ حالت رکوع میں تکبیریں کہہ لے۔ قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر لوٹ جائے تب بھی جائز ہے لیکن ہر حال میں بوجہ کثرت ہجوم کے سجدہ سہو نہ کرے۔ نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ ۵: جہاں عید کی نماز پڑھی جائے وہاں اس دن اور کوئی نماز نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔ نماز عید سے پہلے بھی اور پیچھے بھی۔ ہاں بعد نماز کے گھر میں آکر نماز پڑھنا مکروہ نہیں۔ اور نماز عید سے پہلے گھر پر بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ ۶: اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملے تو وہ شخص تنہا نماز نہیں پڑھ سکتا اس لیے کہ عید کی نماز میں جماعت شرط ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص عید کی نماز میں شریک ہوا لیکن کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی ہو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا نہ اس پر اس کی قضا واجب ہے البتہ اگر کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو جائیں تو پھر پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ ۷: اگر وقت گزر جانے کے بعد معلوم ہو کہ عید کی نماز کسی وجہ سے فاسد ہوگئی تھی تو بھی قضا نہیں، اس کی بجائے استغفار کریں۔

مسئلہ ۸: اگر کسی عذر کی وجہ سے عید الفطر کی نماز پہلے دن نہ پڑھی جا سکے تو عید الفطر کی نماز دوسرے دن پڑھی جا سکتی ہے اور ایسے ہی عید الاضحیٰ کی نماز تیسرے دن یعنی ۱۲ ذی الحجہ تک مقررہ وقت پر پڑھی جا سکتی ہے۔

نفلی نمازیں

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا بہترین ذریعہ نوافل ہیں۔ فرض عبادت تو ہر ایک کے لیے لازم ہے مگر فرض کی باقاعدہ ادائیگی کے ساتھ جو کثرت سے بارگاہِ رب العزت میں سجدہ ریزی کرنا چاہتا ہو تو اس کا ذریعہ نوافل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی سجدہ ریزی بہت پسند ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں نے کثرتِ نوافل کی راہ اختیار کی۔ انسان کو اختیار ہے کہ وہ رات دن میں جتنے نوافل چاہے پڑھے مگر شرعی لحاظ سے کچھ نفلی نمازیں ایسی ہیں جن کا درجہ فرضوں کے بعد عام نوافل سے قدرے زیادہ ہے کیونکہ ان نفلی نمازوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔ یہ نفلی نمازیں رات دن میں چند ہیں جن کی ادائیگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عین سنت ہے۔ نفلی نمازوں کی فضیلت درج ذیل ہے۔

احادیثِ فضیلت

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے سنا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز بندے کے جس عمل کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر اس کی نماز درست ہوئی تو وہ کامیاب و بامراد ہو کر نجات پا جائے گا اور اگر نماز میں کوئی خامی یا کسی چیز کی کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، دیکھو میرے بندے کے نامۂ اعمال میں نفل ہیں؟ پس فرض نمازوں کی کمی نفلوں سے پوری کی جائے گی۔ پھر اسی طرح باقی اعمال زکوٰۃ وغیرہ کا حساب لیا جائے گا۔ (رواہ ابوداؤد)

(۲) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر (نفل) نماز پڑھنا بہت افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر (نفل نماز) پڑھی اس کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ہے۔ (رواہ البخاری)

۱۔ تحیۃ الوضوء

وضو کے بعد اعضاء خشک ہوتے سے پہلے دو رکعت تحیۃ الوضوء پڑھنا مستحب ہے بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو۔ ایسے وقت میں وضو کے بعد جو فرض و سنت پڑھے جائیں تو وہی قائم مقام تحیۃ الوضوء کے بھی ہو جائیں گے۔ تحیۃ الوضو کی پہلی رکعت میں سورت کافرون اور دوسری میں سورت اخلاص پڑھنا مستحب ہے اور اس کی نیت یوں کریں کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز نفل تحیۃ الوضوء واسطے بندگی اللہ تعالیٰ کی، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر!

وَعَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَتَوَضَّأُ فَیُحْسِنُ وُضُوْءَہٗ ثُمَّ یَقُوْمُ فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ مُقْبِلًا عَلَیْہِمَا بِقَلْبِہٖ وَ وَجْہِہٖ اِلَّا وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نماز ادا کرے اور ان دونوں کے درمیان حضورِ قلب کے ساتھ رجوع ہو تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

(مسلم۔ مشکوٰۃ)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ تحیۃ الوضو کا صلہ دخولِ جنت ہے بشرطیکہ یہ نوافل خشوع اور خضوع سے پڑھے جائیں۔

معلوم ہوا کہ تحیۃ الوضو کی دو رکعتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق پڑھنا سنت ہیں۔ یہ نوافل حضور صلی اللہ علیہ وسلم گاہے بگاہے خود بھی پڑھا کرتے تھے۔ لہٰذا یہ مفت کا ثواب ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونا بڑا ہی نفع بخش ہے۔ خاص کر اہلِ تقویٰ اور صاحبانِ طریقت کو یہ نوافل پڑھنے چاہئیں۔ کیونکہ ان نوافل سے تقویٰ کی مزید توفیق ملتی ہے اور اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ تحیۃ المسجد مسجد میں داخل ہونے پر اللہ کے حضور جو نوافل مسجد میں بیٹھنے یا داخل ہونے پر شکرانے کے طور پر پڑھے جاتے ہیں انھیں تحیۃ المسجد کہا جاتا ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کوئی آدمی مسجد میں داخل ہو تو وہ دو رکعت پڑھے۔

معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد نماز کی دو رکعت ہیں۔ اور یہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد، بیٹھنے سے پہلے پڑھنا سنت ہے۔ اگر بھول کر بیٹھنے کے بعد پڑھے تو بھی درست ہے۔ روزانہ صرف ایک بار تحیۃ المسجد پڑھنا کافی ہے۔

اگر کوئی آدمی بے وضو مسجد میں گیا یا ایسے وقت گیا جس میں نفل نماز مکروہ ہے۔ مثلاً طلوعِ فجر یا نمازِ عصر کے بعد تو دو چار بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھ لے مسجد کا حق ادا ہو جائے گا۔ تحیۃ المسجد نماز کی چار رکعت بھی منقول ہیں۔

۳۔ نمازِ اشراق نمازِ اشراق کی دو رکعت بھی ہیں اور چار رکعت بھی منقول ہیں۔ اس کا وقت طلوعِ آفتاب کے بیس منٹ بعد شروع ہوتا ہے اور سورج کے گرم ہونے تک رہتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی فجر کی نماز جماعت سے ادا کر کے طلوعِ آفتاب تک بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مشغول رہے پھر دو رکعت پڑھے تو اس کے لیے پورے حج اور عمرے کا ثواب ہے اس کے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں خواہ کفِ دریا کے برابر ہوں اور اگر طلوعِ آفتاب کے بعد چار رکعتیں پڑھے گا تو خداوند تعالیٰ شام تک اس کو تمام آفتوں اور برائیوں اور تقصیروں سے محفوظ رکھے گا۔ (ترمذی شریف)

اس نماز میں افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ والشمس اور دوسری رکعت میں والضحیٰ پڑھے اس سے ثواب زائد ملتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

۴۔ نمازِ چاشت سورج اچھی طرح بلند ہو جانے پر جو نفل نماز پڑھی جاتی ہے اسے نمازِ چاشت کہتے ہیں۔ اس کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوالِ

آفتاب سے پہلے تک ہے۔ اس کی کم سے کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں احادیث میں اس نماز کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے چاشت کی دو رکعتیں پڑھیں وہ غافلین میں نہیں لکھا جائے گا اور جو چار پڑھے وہ عابدوں میں لکھا جائے گا اور جو چھ پڑھے اس دن اس کو کافی ہوں گی اور جو آٹھ پڑھے اللہ تعالیٰ اسے قانتین میں لکھے گا۔ اور جو بارہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل بنائے گا اور ہر دن رات میں اللہ تعالیٰ بندوں پر احسان و صدقہ کرتا ہے اور اس سے بڑھ کر کسی بندے پر احسان نہ کیا جسے اپنے ذکر کا الہام کیا (طبرانی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

حضرت نعیم بن حمارؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، اے ابن آدم! شروع دن میں میرے لیے چار رکعتیں (چاشت) پڑھ لے میں آخر دن تک تیری کفایت کروں گا۔ (ترمذی، ابو داؤد)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاشت کی دو رکعتوں پر محافظت کرے اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آدمی پر اس کے بدن کے ہر جوڑ کے بدلے صدقہ ہے (اور کل تین سو ساٹھ جوڑ ہیں) ہر تسبیح صدقہ ہے ہر حمد صدقہ ہے۔ لا الہ الا اللہ پڑھنا صدقہ ہے۔ اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے اور اچھی بات کا حکم کرنا صدقہ ہے اور بری بات سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے دو رکعت چاشت کی کافی ہے۔ (مسلم)

۵۔ نمازِ اوّابین اوابین کی کم سے کم دو، درمیانہ چھ، اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعات ہیں۔ یہ نمازِ مغرب کے بعد پڑھی جاتی ہے اور بڑی فضیلت والی ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اور ان کے درمیان میں کوئی بُری بات نہ کرے تو یہ بارہ سال کی عبادت کے برابر شمار کی جائے گی۔ (ابن ماجہ)

حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں (طبرانی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں مکان بنائے گا (ترمذی)

۶۔ نمازِ تہجد تہجد کا افضل وقت رات کا آخری حصہ ہے اس لیے نماز تہجد کے لیے عشاء کی نماز کے بعد سو کر اٹھے اس کے بعد صبح صادق طلوع ہونے کے وقت تک پڑھ سکتا ہے۔ تہجد کی نماز کم سے کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ لیکن بعض حضرات بارہ رکعت بھی پڑھتے ہیں۔

اس نماز میں سورۂ بقرہ، سورۂ آلِ عمران، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ، سورۂ جمعہ، سورۂ یٰسین، سورۂ اخلاص اور سورۂ مزمل کا پڑھنا بہتر ہے۔ سورۂ اخلاص کا ایک خاص طریقہ سلف سے منقول ہے۔ وہ یہ ہے کہ اول رکعت میں بارہ مرتبہ دوسری میں گیارہ مرتبہ تیسری میں دس مرتبہ اور چوتھی میں نو مرتبہ۔ اسی طرح ہر رکعت میں ایک بار کم کرتا جائے آخر رکعت میں ایک بار سورۂ اخلاص پڑھ کر ختم کر دی جائے۔ اس طریقہ کو بہت بہتر خیال کیا جاتا ہے۔

اس نماز کی فضیلت کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین مندرجہ ذیل ہیں:۔

حضرت مسروقؒ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا عمل سب سے زیادہ محبوب تھا انھوں نے جواب دیا کہ حضور ہمیشہ ہر رات کو تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے اور اس وقت عموماً نماز پڑھتے جبکہ مرغ کی آواز سنتے

سے تھے۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ قیام اللیل یعنی تہجد کی نماز کو اپنے اوپر لازم کرو۔ یہ پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور تمہارے رب کے قرب کا ذریعہ۔ خطاؤں کو مٹانے والا اور گناہوں سے روکنے والا ہے اور بدن سے بیماری دفع کرنے والا ہے (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ہر رات کے پچھلے تہائی حصہ میں اپنی خاص تجلی فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے۔ ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ اس کی دعا قبول کروں۔ ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے دوں۔ ہے کوئی مغفرت کا طلبگار کہ اس کو بخش دوں۔ (بخاری شریف)

۷۔ سفر پر روانگی کی نماز

سفر پر جاتے وقت روانگی سے پہلے اپنے گھر میں دو رکعتیں نمازِ سفر پڑھنا سنت ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کسی نے اپنے گھر والوں میں دو رکعتوں سے بہتر (نائب و محافظ) نہ چھوڑا۔ جن کو وہ سفر کے ارادہ کے وقت اپنے گھر والوں پر پڑھتا ہے۔ (طبرانی)

۸۔ سفر سے واپسی کی نماز

سفر سے واپس ہو کر بھی مسجد میں دو رکعت نفل پڑھنا سنت ہے۔ چنانچہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس دن میں چاشت کے وقت تشریف لاتے (رات میں تشریف نہ لاتے) اور پہلے مسجد میں تشریف لاتے اور دو رکعت نفل پڑھتے پھر وہیں مسجد میں کچھ دیر تشریف رکھتے۔ (مسلم شریف)

۹۔ صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعت ہیں جو ایک سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں چونکہ اس کی ہر رکعت میں یہ تسبیح سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ۷۵ بار پڑھی جاتی ہے اس لیے اس کا نام صلوٰۃ التسبیح ہے۔ اس نماز میں بے انتہا ثواب ہے۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ اس نماز کی فضیلت کو سننے کے بعد بھی شخص اس کو ترک کرے گا جو دین میں سستی کرنے والا ہے۔ اس نماز کی برکت سے

اللہ تعالیٰ نمازی کے تمام گناہ اگلے اور پچھلے۔ نئے اور پرانے۔ دانستہ اور نادانستہ، چھوٹے اور بڑے، پوشیدہ اور ظاہر سب گناہ بخش دیتا ہے۔ یہ نماز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سکھلائی تھی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے چچا کیا میں تم کو عطا نہ کروں؟ کیا میں تم کو بخشش نہ کروں؟ کیا میں تم کو نہ دوں؟ کیا میں تمھارے ساتھ احسان نہ کروں؟ دس خصلتیں ہیں کہ جب تم ان کو کرو تو اللہ تعالیٰ تمھارے اگلے پچھلے، پرانے نئے، جو بھول کر کیے یا جان بوجھ کر کیے صغیرہ اور کبیرہ اور پوشیدہ اور ظاہری سب گناہ بخش دے گا۔ اس کے بعد حضورؐ نے آپ کو صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ بتانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر تم سے ہو سکے تو یہ نماز روزانہ ایک بار پڑھو۔ اگر روزانہ نہ پڑھ سکو تو ہر جمعہ کو ایک بار پڑھو۔ یہ بھی نہ کر سکو تو ہر مہینہ میں ایک بار پڑھو اور یہ بھی نہ کر سکو تو عمر میں ایک بار ضرور پڑھو۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی ترکیب سنن ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی روایت کے مطابق اس طرح ہے کہ چار رکعت نفل کی نیت سے شروع کریں۔ اللہ اکبر کہنے کے بعد پہلی رکعت میں ثنا یعنی سبحانک اللّٰھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک پڑھیں۔ پھر یہ تسبیح سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ بار پڑھیں۔ پھر اعوذ اور بسم اللہ اور الحمد اور سورت پڑھ کر رکوع میں جانے سے پہلے یہی تسبیح دس بار پڑھیں۔ پھر رکوع کریں اور رکوع میں پہلے تین بار سبحان ربی العظیم پڑھیں۔ پھر دس بار یہی تسبیح پڑھیں۔ پھر رکوع سے سر اٹھائیں اور تسمیع وتحمید پڑھنے کے بعد دس بار یہی تسبیح پڑھیں۔ پھر سجدہ کو جائیں اور تین بار سبحان ربی الاعلیٰ پڑھنے کے بعد پھر دس بار یہی تسبیح پڑھیں پھر جلسہ میں دس بار یہی تسبیح پڑھیں۔ پھر دوسرے سجدہ کو جائیں اور سجدہ کی تسبیح پڑھنے کے بعد پھر دس بار یہی تسبیح پڑھیں۔ اسی طرح چاروں رکعتیں پڑھیں ہر رکعت میں پچھتر پچھتر بار یہ تسبیح پڑھیں۔ کل تین سو ہو جائیں گی۔

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نماز کی پہلی رکعت میں سورت تکاثر، دوسری میں والعصر، تیسری میں قل یا ایہا الکافرون اور چوتھی میں قل ہو اللہ احد

پڑھنی چاہیئے۔

یہ نماز دن اور رات کے ہر غیر مکروہ وقت میں پڑھنا جائز ہے لیکن ظہر سے پہلے پڑھنا افضل ہے۔ تسبیح انگلیوں پر گننا مکروہ ہے بلکہ ہو سکے تو دل میں شمار کریں۔ ورنہ انگلیاں دبا کر پڑھیں۔ اگر کسی جگہ بھول کر دس بار سے کم پڑھی ہیں تو دوسری جگہ پڑھ لیں تاکہ تین سو کی مقدار پوری ہو جائے۔ مثلاً رکوع یا قومہ میں بھولا تو سجدہ میں پڑھے۔ پہلے سجدہ میں بھولا تو جلسہ میں نہ پڑھے بلکہ دوسرے سجدہ میں ہی پڑھے کیونکہ قومہ اور جلسہ کی مقدار پہلے رکن سے تھوڑی ہوتی ہے۔ اگر سجدہ سہو واجب ہو تو ان سجدوں میں یہ تسبیحات نہ پڑھی جائیں کیونکہ عمداً تین سو سے زیادہ تسبیح پڑھنا اس نماز میں جائز نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس نماز میں التحیات کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے یہ دعا پڑھنی چاہیئے:-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ تَوْفِیْقَ اَھْلِ الْھُدٰی وَاَعْمَالَ اَھْلِ الْیَقِیْنِ وَمُنَاصَحَۃَ اَھْلِ التَّوْبَۃِ وَعَزْمَ اَھْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّ اَھْلِ الْخَشْیَۃِ وَطَلَبَ اَھْلِ الرَّغْبَۃِ وَتَعَبُّدَ اَھْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ اَھْلِ الْعِلْمِ حَتّٰی اَخَافَكَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مَخَافَۃً تَحْجُزُنِیْ عَنْ مَعَاصِیْكَ حَتّٰی اَعْمَلَ بِطَاعَتِكَ عَمَلًا اَسْتَحِقُّ بِہٖ رِضَاكَ وَحَتّٰی اُنَاصِحَكَ بِالتَّوْبَۃِ خَوْفًا مِّنْكَ وَحَتّٰی اُخْلِصَ لَكَ النَّصِیْحَۃَ حُبًّا لَّكَ وَحَتّٰی اَتَوَكَّلَ عَلَیْكَ فِی الْاُمُوْرِ حُسْنَ ظَنٍّ بِكَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ۔

ترجمہ:- اے میرے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں ہدایت والوں کی توفیق اور یقین والوں کے اعمال اور توبہ والوں کی خیر خواہی اور اہل صبر کا عزم اور خوف والوں کی کوشش اور رغبت والوں کی طلب اور پرہیزگاروں کی عبادت اور علم والوں کی معرفت تاکہ میں تجھ سے ڈروں۔ اے اللہ! میں تجھ سے ایسا خوف مانگتا ہوں جو مجھے تیری نافرمانیوں سے روکے تاکہ میں تیری طاعت کے ساتھ ایسا عمل کروں جس کی وجہ سے تیری رضا کا مستحق ہو جاؤں اور تیرے خوف سے خالص توبہ کروں اور

تیری محبت کی وجہ سے خیر خواہی کو تیرے لیے خالص کروں اور تاکہ تمام کاموں میں تجھ ہی پر بھروسہ کروں ۔ تجھ پر اچھا گمان کرتے ہوئے ۔ پاک ہے تو نور کا پیدا کرنیوالا ۔

۱۰ ۔ نمازِ استخارہ

نمازِ استخارہ کی دو رکعت ہیں ۔ جب کوئی مہم پیش آئے اور اس کے کرنے اور نہ کرنے میں تردد ہو تو اس وقت یہ نماز پڑھنا سُنت ہے ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام کاموں میں استخارہ کرنے کی تعلیم دیتے تھے اور ہمیں استخارہ اس طرح سکھاتے جیسے قرآن پاک کی سورت سکھاتے تھے ۔ آپ فرماتے ہیں جب کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو وہ پاک و صاف لباس پہن کر تازہ وضو کر کے دو رکعت نماز استخارہ پڑھے ۔ پہلی رکعت میں سورۂ کافرون ، اور دوسری میں قُل ھُوَ اللہُ اَحَدٌ پڑھنا مستحب ہے ۔ نماز ختم کرنے کے بعد یہ دعا پڑھی جائے اور اس دعا کے اول و آخر الحمد شریف اور درود شریف پڑھنا مستحب ہے ۔ دُعا یہ ہے :۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ط اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ قَالَ فِيْ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ ۔

ترجمہ :۔ اے اللہ میں تجھ سے خیر مانگتا ہوں تیرے علم کے ساتھ اور قدرت مانگتا ہوں تیری قدرت کے وسیلے سے اور تجھ سے فضل عظیم مانگتا ہوں اس لیے کہ تو قادر ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا ۔ تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا ۔ اور تو غیبوں کا جاننے والا ہے ۔ الہٰی ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے بہتر ہے ۔ میرے دین ، میری معیشت ، میرے انجام کار یا اس وقت اور آئندہ میں بھی بہتر ہے تو اس کو

میرا مقدر بنا دے اور میرے لیے آسان کر دے پھر اس میں میرے لیے برکت دے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے بُرا ہے میرے دین میری معیشت، میرے انجام کار کے لیے یا اس وقت میں اور آئندہ میں میرے لیے بُرا ہے تو اس کو مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس سے دور کر دے اور میرے لیے بھلائی مقدر کر دے جہاں بھی ہو پھر مجھے اس پر راضی کر دے۔

دعا کے بعد اپنی حاجت کا نام لے یا لفظ هٰذَا الْاَمْرَ کہتے وقت اپنی حاجت کو دل میں یاد رکھے۔ بہتر یہ ہے کہ استخارہ سات بار کرے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے انسؓ! جب تو کسی کام کا ارادہ کرے تو اپنے رب سے اس کے متعلق سات بار استخارہ کر، پھر دیکھ تیرے دل میں کیا گزرا۔ بیشک خیر اسی میں ہے۔

بعض مشائخ عظام سے منقول ہے کہ دعائے مذکورہ پڑھ کر پاک صاف بستر پر باوضو قبلہ کی طرف منہ کر کے سو رہے اگر خواب میں سفیدی یا سبزی نظر آئے تو یہ کام بہتر ہے اور اگر سیاہی یا سُرخی نظر آئے تو وہ کام اچھا نہیں۔ اس سے بچے۔

۱۱۔ نمازِ حاجت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی مشکل اور اہم کام پیش آتا تو نماز پڑھتے تھے (ابوداؤد)

نمازِ حاجت کی دو رکعت پڑھیں یا چار رکعت پڑھیں۔ اگر چار رکعت پڑھیں تو حدیث شریف میں ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور تین بار آیۃ الکرسی پڑھیں اور باقی تین رکعتوں میں سورت فاتحہ کے بعد قل ھو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ایک بار پڑھیں۔ نماز کے بعد مذکورہ دعائیں پڑھیں۔ تو یہ چار رکعتیں ایسی ہیں، گویا شب قدر میں چار رکعتیں پڑھیں۔ مشائخ عظام فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ نماز پڑھی اور تمام حاجتیں اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص کو کوئی حاجت اللہ تعالیٰ سے ہو یا کسی انسان سے تو وہ اچھی طرح وضو کرے

اور پھر دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر یہ دعا پڑھے:۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ	نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے جو حلیم و کریم
سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ	ہے پاک ہے اللہ وہ مالک ہے عرش عظیم کا۔
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ - أَسْئَلُكَ	اور سب تعریف اللہ رب العالمین کے لیے ہے
مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ	الٰہی! میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب
وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ	مانگتا ہوں اور تیری بخشش کے ذرائع مانگتا
مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لَا تَدَعْ لَنَا ذَنْبًا إِلَّا	ہوں اور ہر نیکی سے غنیمت اور ہر گناہ سے
غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا	سلامتی مانگتا ہوں۔ الٰہی میرے ہر گناہ کو بخش
حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا	دے اور میرے ہر غم کو دور کر دے اور میری ہر
يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔	حاجت کو جو تیری رضا کے موافق ہو پورا کر دے
	اے سب سے زیادہ مہربان اللہ (ترمذی ابن ماجہ)

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضورؐ! اللہ سے دعا فرمایئے کہ مجھے عافیت (آنکھیں) دے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اگر تو چاہے تو دعا کروں اور چاہے تو صبر کر۔ اور یہ صبر تیرے لیے بہتر ہے۔ اس نے عرض کی حضورؐ! دعا فرمائیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اچھی طرح وضو کر اور پھر دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا کر۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ وَأَتَوَسَّلُ وَ	الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور توسل کرتا
أَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ	ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ تیرے
الرَّحْمَةِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ تَوَجَّهْتُ	نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے جو نبی رحمت
بِكَ إِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ	ہیں۔ یا رسول اللہؐ! میں آپ کے وسیلہ سے
لِتُقْضٰى لِيْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ ۔	اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت
	پوری ہو۔ الٰہی حضورؐ کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما

عثمان بن حنیف فرماتے ہیں اللہ کی قسم! ہم اپنی جگہ سے ابھی اٹھے بھی نہیں تھے۔ ہم آپس میں باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس (یہ نماز و دعا پڑھ کر) آئے تو اپنے بینا تھے گویا کبھی اندھے تھے ہی نہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

۱۲۔ نمازِ توبہ

نمازِ توبہ سے مراد یہ ہے کہ گناہ سرزد ہونے پر اللہ کے حضور اس گناہ کی معافی مانگی جائے۔ یوں تو ہر وقت اللہ کے حضور اپنے گناہوں پر استغفار کرتے رہنا اہلِ تقویٰ کا شیوہ ہے کیونکہ گزشتہ گناہوں پر اظہارِ ندامت ہی اصل توبہ ہے۔ لیکن اگر کسی شخص سے کوئی ایسا گناہ ہو جائے جس سے انسانی ضمیر انسان کو توبہ پر مائل کرے تو اس وقت نادم ہو کر وضو کر کے اللہ کے حضور حاضر ہو جانا چاہیئے اور دو رکعت نفل نمازِ توبہ ادا کرنی چاہیئے اور آئندہ دل میں پختہ ارادہ کر لینا چاہیئے کہ آئندہ ایسی برائی نہیں کروں گا تو اللہ غفور الرحیم ہے، اپنے بندوں کو معاف کرنے والا ہے۔ نمازِ توبہ کا ثبوت مندرجہ ذیل حدیث سے ہے:۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے حدیث بیان کی اور ابوبکرؓ نے سچ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے، کوئی آدمی نہیں جو کوئی گناہ کا کام کرے۔ پس وضو کرے پھر نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے مگر اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی (ترجمہ:۔ اور وہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں یا ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر، اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ پس اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں)۔ (ترمذی)

توبہ کا ایک اور طریقہ حضرات صوفیاء کے ہاں رائج ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی طالب صادق کسی شیخ کامل کے پاس باطنی رہنمائی کے لیے آتا ہے تو وہ سب سے پہلے اسے توبہ کا درس دیتا ہے اور تاکید کرتا ہے کہ جاؤ اور پہلے اچھی طرح وضو یا غسل کر کے آؤ۔ جب وہ اپنے جسم اور لباس کو پاک صاف کر کے آتا ہے تو شیخ کامل اسے دو رکعت نمازِ توبہ پڑھنے کی تلقین کرتا ہے تو اس کی ہدایت کے مطابق جب بندہ اللہ کے حضور اپنے گناہوں پر توبہ کے لیے دو رکعت نمازِ توبہ پڑھتا ہے تو شیخ کامل کی توجہ سے اس شخص پر انوارِ توبہ کا نزول ہوتا ہے۔ وہ بندہ

گڑگڑا کر اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگتا ہے۔ اپنے کیے پر ندامت اور شرمندگی کے آنسو بہاتا ہے اور بخشش طلب کرتا ہے تو اللہ اپنی صفتِ غفور الرحیمی کے پیش نظر اسے معاف

نمازِ قضائے عمری

عمر بھر کی قضا نمازوں کو پورا کر لینا قضائے عمری کہلاتا ہے۔ جو نماز اپنے اصلی وقت میں نہ پڑھی جائے وہ قضا نماز بن جاتی ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ قضا نماز کو بعد میں فوراً ادا کر لیا جائے مگر کچھ لوگوں کی بے شمار نمازیں قضا ہو جاتی ہیں جو ادا ہونے سے رہ جاتی ہیں لہٰذا ایسی قضا نمازوں کو بقیہ عمر میں پورا کر لینے کو قضائے عمری کہا جائے گا۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اسی وقت قضا نمازوں کو پورا کر لینا چاہیے۔

فرض کی قضا فرض ہے

بلا عذر شرعی نماز قضا کر دینا سخت گناہ ہے لہٰذا ایسے مسلمان پر فرض ہے کہ وہ سچے دل سے توبہ کرے اور قضا پڑھے کیونکہ توبہ سے تاخیر کا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ قبولِ توبہ کے لیے ضروری ہے کہ پچھلی قضا نمازیں پوری کرے اور آئندہ قضا نہ کرنے کا عہد کرے اور پھر نماز کو نماز کے وقت ہی میں ادا کرنے کی کوشش کرے کیونکہ نماز کی فرض نماز کی قضا فرض ہے۔ واجب کی قضا واجب ہے جیسے وتر کی قضا واجب ہے۔ منت چونکہ واجب ہوتی ہے اس لیے منت کی مانی ہوئی نماز کی قضا بھی واجب ہے۔ ایسے ہی نفل نماز شروع کر دینے کے بعد واجب ہو جاتی ہے اگر چہ کسی وجہ سے نفل نماز فاسد ہو جائے یا شروع کر دینے کے بعد کسی وجہ سے نماز توڑنی پڑے تو اس کی قضا واجب ہے۔

فجر کی سنتیں بہت اہم ہیں اگر کسی وجہ سے ان کی قضا ہو جائے تو زوال سے پہلے ان کی قضا پڑھ لی جائے اور زوال کے بعد قضا پڑھنے کی صورت میں صرف فرض کی قضا پڑھی جائے۔

قضائے عمری کے طریقے

عمر بھر کی قضا نمازوں کو پورا کرنے کے مختلف طریقے مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ۱: اگر کسی شخص کی عمر کا کچھ حصہ نماز سے غفلت میں گزر جائے اور عمر کے اس حصے میں اس نے نمازیں بالکل نہ پڑھی ہوں یا پڑھی بھی تو کبھی کبھار کوئی نماز پڑھ لی تو اللہ تعالیٰ جب اسے توفیق دے تو اسے چاہیئے کہ پہلی فرصت میں اپنی عمر کی قضا نمازوں کو پورا کرے۔ ان قضا شدہ نمازوں کا حساب لگائے اور انھیں مسلسل پڑھنا شروع کر دے اور اس طرح نیت کرے کہ فلاں سال کے فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ کی (مثلاً) فجر کی (پہلی یا دوسری) نماز پڑھتا ہوں۔ بغیر اس طرح نیت کیے قضا صحیح نہیں ہوتی۔ (ردالمحتار)

مسئلہ ۲: اگر کسی کو دن، تاریخ، مہینہ یا سال کی تعداد یاد نہ ہو تو اندازہ کرتے۔ جو تعداد زیادہ سے زیادہ اندازہ میں آئے اس کو اختیار کرے اور ہر نماز کے لیے یوں نیت کرے کہ فجر کی جتنی نمازیں میرے ذمہ ہیں ان میں سے پہلی قضا پڑھتا ہوں یا ظہر کی جتنی نمازیں میرے ذمہ ہیں ان میں سے پہلی کی قضا پڑھتا ہوں۔ اسی طرح عصر وغیرہ کے لیے نیت کرتا رہے یہاں تک کہ دل گواہی دیدے کہ سب نمازیں پوری ہو گئیں۔ (درمختار)

مسئلہ ۳: قضا نماز پڑھنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے اس لیے دوسری صورت میں اوقات ممنوعہ کو چھوڑ کر جس وقت فرصت ہو وضو کر کے حسب قاعدہ ایک دن رات کی بیس رکعتیں پڑھ لیا کرے اور اپنی نمازوں کا حساب رکھے۔ اس کے علاوہ یہ بھی جائز ہے کہ ایک ایک وقت کی پوری پوری اکٹھی نماز پڑھ لے۔ مثلاً پہلے فجر کی ساری، پھر ظہر کی، پھر عصر کی، پھر مغرب کی پھر عشاء کی۔ (ردالمحتار)

مسئلہ ۴: جمعہ کی نماز کی قضا نہیں لہٰذا جب جمعہ رہ جائے تو اس کی جگہ ظہر کی نماز پڑھے۔ اگر کسی کی بہت سی جمعہ کی نمازیں رہ گئی ہوں تو ان کی جگہ اتنی ظہر کی نمازیں پڑھے۔

مسئلہ ۵: قضائے عمری نمازیں پڑھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ نماز فجر سے قبل یا بعد اس وقت کی نماز فجر کے علاوہ پانچ دن کے قضا نماز فرض فجر جو کہ صرف دس رکعت بنتے ہیں وہ ادا کریں۔ اور جس وقت کی نماز زیادہ قضا کی گئی ہو وہ بھی فجر میں ہی چند دن کی اضافی پڑھنا شروع کر دیں۔ اسی طرح ظہر میں اس وقت کی نماز ظہر کے علاوہ پانچ دن کی قضا ظہر جو بیس رکعت فرض بنتے ہیں پڑھیں۔ اسی طرح نماز عصر میں بھی پانچ نماز قضائے عمری عصر پڑھیں۔ وہ بھی بیس رکعت فرض بنتے ہیں۔ اسی طرح مغرب میں بھی پانچ نماز قضائے عمری مغرب پڑھیں جو پندرہ رکعت فرض بنتے ہیں۔ اسی طرح عشاء میں پانچ دن کے عشاء کے قضا فرض بیس رکعت اور پندرہ رکعت وتر۔ گویا پینتیس رکعت قضائے عمری عشاء اور وتر پڑھیں۔

مسئلہ ۶: عصر کی نماز کے فرض پڑھنے سے قبل چار سنت جو غیر مؤکدہ پڑھی جاتی ہیں ان کی جگہ قضائے عمری ادا کی جا سکتی ہے اسی طرح عشاء کی فرض نماز سے قبل چار سنتوں کی جگہ قضا نماز پڑھی جا سکتی ہے، اسی طرح ظہر کے نوافل اور مغرب کے نوافل کی جگہ پر نماز قضائے عمری پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ فرائض نوافل سے مقدم ہیں اس لیے قضا فرضوں کا ہر حال میں پورا کرنا ضروری ہے۔

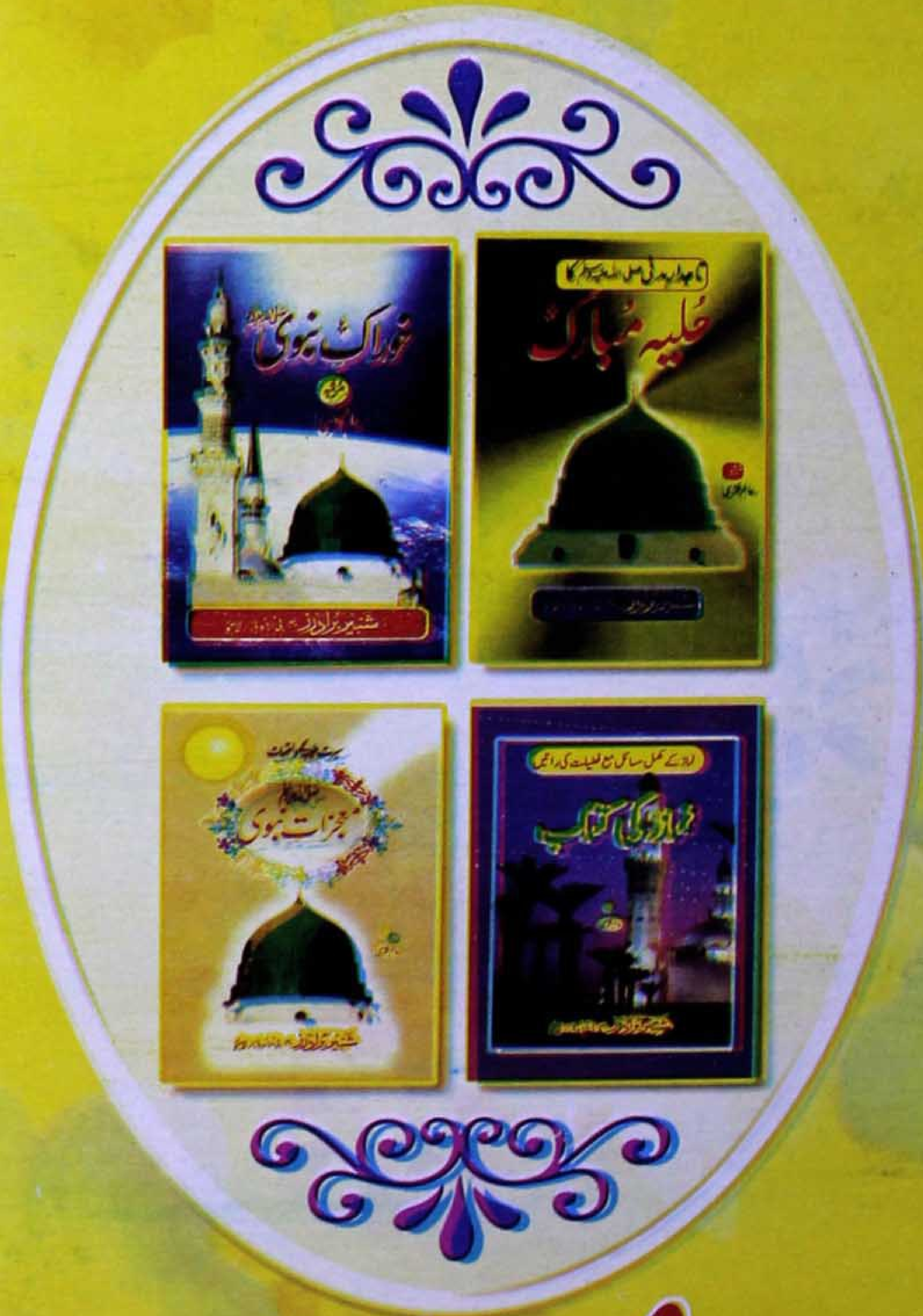
مسئلہ ۷: قضا وتر اگر عشاء کی نماز کے بعد پڑھیں تو دعائے قنوت سے پہلے کانوں تک اپنے ہاتھ اٹھالیں اگر عشاء کے وقت کے علاوہ کسی اور وقت میں قضا وتر پڑھیں تو پھر دعائے قنوت سے پہلے کانوں تک ہاتھ نہ اٹھائیں۔ صرف اللہ اکبر کہہ کر دعائے قنوت پڑھ لیں تاکہ کسی دوسرے مسلمان بھائی کو یہ پتہ نہ چلے کہ آپ قضائے وتر پڑھ رہے ہیں۔ اس سے ایک تو آپ کا پردہ رہے گا کہ آپ سے نماز ترک ہوئی تھی اور دوسرے یہ کہ آئندہ نماز باقاعدگی سے پڑھنے کی نصیحت حاصل ہوگی تاکہ دوسروں کے سامنے قضا پڑھنے کی شرمندگی نہ ہو۔

مسئلہ ۸: رمضان المبارک میں سحری کھانے کے بعد نماز فجر سے پہلے تک کافی وقت ہوتا ہے اس میں نماز قضائے عمری پڑھی جاسکتی ہے کیونکہ صبح صادق کے بعد سورج طلوع ہونے تک صرف نفل نماز پڑھنا منع ہے۔ قضا عمری چونکہ فرض کی قضا ہوتی ہے اس لیے قضائے عمری پڑھی جاسکتی ہے۔ اسی طرح نمازِ عصر کے بعد مغرب تک صرف نفل پڑھنے کی ممانعت ہے مگر قضائے عمری ادا کرسکتے ہیں۔

مسئلہ ۹: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی نسبت سے ۱۲ ربیع الاول کی رات بڑی بابرکت تصور کی جاتی ہے لہٰذا اس شب میں بیدار رہنا بڑی سعادت ہے۔ اگر کسی کی قضا نمازیں رہتی ہوں تو اسے چاہیئے کہ وہ اس رات میں اپنی قضا نماز دل کو ادا کرے کیونکہ قضا نماز کا پورا کرلینا دوسری نفلی عبادات سے افضل ہے اور نوافل کا پڑھنا اس وقت سونے پر سہاگے کی طرح ہوگا جبکہ دوسری فرض نمازیں پوری ہوں۔

مسئلہ ۱۰: شب معراج بھی بڑی فضیلت والی رات ہے کیونکہ اس رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج حاصل ہوئی تھی اور اسی شب کو پانچ فرض نمازیں تحفہ میں ملی تھیں اور یہ رات ۲۷ رجب المرجب کو ہوتی ہے لہٰذا اس رات میں بھی اگر قضا نمازیں ادا کرلی جائیں تو بہت اچھا ہوگا۔ کیونکہ فرض نمازوں کی قضا ہر حال میں پوری ہوجائے تو بہت اچھا ہے۔ اس کے بعد ذکر اذکار کریں اور نوافل پڑھیں۔

مسئلہ ۱۱: شعبان کی پندرھویں رات کو شب برات کہا جاتا ہے جس کا مطلب نجات کی رات ہے۔ احادیث میں اس شب کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ لہٰذا اس شب میں بھی بیدار رہ کر اللہ کی عبادت کرنا بڑی خوش بختی کی دلیل ہے۔ اور اس رات میں نفلی عبادت کے ساتھ قضائے عمری بھی اگر ادا کرلی جائے تو بہت عمدہ ہے۔ کیونکہ ایسی بابرکت رات میں فرائض کا پورا کرلینا دیگر عبادات سے افضل ہے۔


خوراک نبوی
حلیہ مبارک
معجزات نبوی
نماز کی کتاب